وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔



انصارانِ طاغوت

اقسام و احکام

نشر اللؤلؤ والانقوت لبیان حکم الشرع فی اعوان وانصار الطاغوت

بقلم : عبد الرحمٰن بن عبد الحمید الامین حفظہ اللہ

مترجم : ابو علی السلفی المہاجر حفظہ اللہ (الکراتشی)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔

انصارِ طاغوت

اقسام و احکام

نشر اللؤلؤ والیاقوت لبیان حکم الشرع فی اعوان وانصار الطاغوت

بقلم: عبدالرحمن بن عبدالحمید الامین حفظہ اللہ

مترجم: ابو علی السلفی المہاجر حفظہ اللہ (الکراتشی)



فہرست

موضوع	صفحہ نمبر
......مقدمہ..	3
......طاغوت کی تعریف	7
......ولاء اور تولّی کی تعریف	11
......انصارانِ (مددگاران / حامیان) طاغوت کے "کفر" کے دلائل........................	21
......ثانیاً: سنت سے یعنی انصاران طاغوت کے کفر کے دلائل قرآن سے بیان کئے جانے کے بعد اب سنت سے بیان کئے جاتے ہیں	32
......دین سے مرتد ہو جانا اور اس کی چند وجوہات	32
......پہلی وجہ..	34
......دوسری وجہ	35
......تیسری وجہ..	35
......چوتھی وجہ..	36
......پانچویں وجہ..	36
......چھٹی وجہ	36
......ساتویں وجہ..	38
......آٹھویں وجہ..	39
......ثالثاً: اجماع سے..	44
......مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد اور معاونت اور ان سے دوستی کرنے والے کے مرتد ہونے سے متعلق ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال..	46
......کیا اس مسئلہ میں مجبوری کا عذر قابل قبول ہے؟..	49

...... کیا طاغوت کے حامیوں اور مدد گاروں کے متعلق یہ شرط لگائی جائے گی کہ ان میں اسباب کفر وافر طور پر موجود ہوں اور موانع کفر نہ ہوں؟......................................	86
...... کفر کا حکم لگانے کی شروط درج ذیل ہیں..	86
...... کیا طاغوت کے حامیوں اور مدد گاروں کا عذر جہالت قبول ہو گا؟.....................	95
...... کیا کسی صورت میں کافر حاکم کی جماعت اور اس کی فوجی مہمات میں شامل ہوا جاسکتا ہے..	110
...... خلاصہ..	120
...... خاتمہ..	121

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

تعریف اللہ کے لئے خاص ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اچھا انجام متقین کا ہے اور زیادتی صرف ظالموں پر جائز ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ مومنوں کا مدگار ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تمام رسولوں کے امام اور پہلوں اور پچھلوں سب کے سردار ہیں اللہ ان پر اور ان کے تابع داروں پر اور ان کے ضیائی اور مبارک صحابہ رضی اللہ عنہم پر رحمت نازل کرے (اللھم آمین)

امابعد: ایمان کے وہ مسائل جن کا تعلق طاغوت سے ہے دین کے اہم ترین مسائل ہیں کیونکہ وہی ایمان اور کفر میں امتیاز کرتے ہیں۔ اللہ پر ایمان رکھنے والا ہر مومن طاغوت کا انکار کرنے والا ہوتا ہے اور طاغوت پر ایمان لانے والا ہر کافر اللہ کا انکار کرنے والا ہوتا ہے اور کسی بھی مسلمان موحد کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ طاغوت کا انکار نہ کردے۔ گویا توحید خالص کی بنیادی شرط طاغوت کے ساتھ کفر کرنا اور اس کا انکار کرنا ہے۔

اور چونکہ عقیدہ توحید ہی اصل اسلام اور خلاصہ ایمان اور سب سے بڑا فریضہ اور سب سے بڑی پابندی ہے اور ایمان اور اسلام کا مدار بھی اسی پر ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ایسے عقیدہ توحید کو اختیار کرے جو خالص ہو اور کفر و شرک کے شائبوں سے پاک ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو طاغوت سے اجتناب کا حکم دیا۔ فرمایا:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ (نحل:36)

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو پھر ان میں سے کچھ کو تو اللہ نے ہدایت دے دی اور کچھ پر گمراہی صادق آگئی تو تم زمین پر گھوم پھر کر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا''۔

سو جب طاغوت کے متعلق گفتگو اہم ہے تو اس کے شرعی حکم کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کا شرعی حکم بیان کرنا بھی دین کے بنیادی مقاصد سے ہے اور پھر لوگوں کا ان دونوں قسم کے احکامات شرعیہ کا معلوم کرنا اور سمجھنا بھی ان کی دنیاوی ضروریات سے زیادہ اہم اور ضروری قرار دیا، خاص طور پر اس لئے بھی کہ عصر حاضر میں زندگی کے تمام پہلوؤں پر منڈلاتے خطرات کا تعلق بھی طاغوت اور اس کے حامیوں اور مددگاروں سے ہے۔

اور ایسے وقت میں جبکہ لوگ اس امر کے شدید ضرورت مند ہیں طاغوت اور حامیان وانصار طاغوت (طاغوت کے حامی اور مددگار) کے شرعی حکم سے چپ سادھ لینا بلاشبہ گناہ ہے، اس لئے میں نے اس اہم مسئلے سے متعلق شرعی حکم بیان کرنا ضروری سمجھا تاکہ مسلمان اپنے دینی امور سے جہالت اور غفلت میں نہ رہیں اور کمزور شبہات اور جھوٹے نظریات کا شکار نہ ہوں۔

چونکہ طاغوت سے متعلق گفتگو کرتے وقت میں نے دور حاضر کے اہل علم کے ایمان وکفر کے مسائل سے متعلق مختلف اقوال بھی پیش کئے ہیں اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس مسئلے میں ان کا قول قطعی حجت ہے کیونکہ زیر نظر کتاب کا مطالعہ کرتے وقت قاری باآسانی محسوس کرلے گا کہ ان کے اقوال آپس میں ٹکراتے ہیں ایک مقام پر وہ کچھ کہتے ہیں پھر دوسرے مقام پر اس کے خلاف کہنے لگتے ہیں، پھر بھی میں نے ان کے اقوال اس لئے نقل کئے ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس مسئلے میں ان

کا آخری قول "حق" ہی ہے اور حق کی اتباع کرنی چاہیے اور ایک ہی مسئلے میں ان کے اقوال میں موجود تضاد واختلاف سے چشم پوشی کرنی چاہیے کیونکہ اس تضاد بیانی کی کچھ وجوہات ہیں جو کسی عقلمند آدمی سے چھپی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی لغزشوں اور کمی کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ (آمین)

میں نے طاغوت اور اس کے حامیوں اور مددگاروں سے متعلق اس کتاب میں جو کچھ بھی لکھا ہے اس کے لئے میرا اخلاص اور نیک نیتی ہی کافی ہے اور مجھے اللہ سے امید واثق ہے کہ میں نے اس عنوان پر انتہائی محنت کی ہے اور اس کا نام رکھا ہے "نشر اللؤلؤ والیاقوت لبیان حکم الشرع فی اعوان وانصار الطاغوت" طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کے متعلق حکم شرعی کے بیان میں موتی وجواہر"

اللہ سے میری دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے ذریعے ہر اس مسلمان کو فائدہ دے جو اسے پڑھے اور میرے لئے خیر خواہی کے جذبات رکھے اور میرے لئے اور میرے والدین کے لئے دعا کرے میرے لئے اللہ ہی کافی ہے یقیناوہ بڑا کارساز ہے، بہترین دوست اور بہترین مددگار ہے۔

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك

عبد الرحمن بن عبد الحمید الامین

۲۸ ذوالحجۃ ۱۴۲۳ ہجری

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین ولا عدوان الا علی الظالمین واشهدان لااله الاالله وحده لاشریك له ولی المومنین واشهدان محمدا عبده ورسوله امام المرسلین وسید الاولین والآخرین وقائد الغرّ المحجلین وعلیٰ آله وصحبه وسلم ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین۔

امابعد:

گذشتہ چند عشروں سے اکثر غیرت مند دینداروں کی جانب سے یہ سوالات بہت زیادہ ہونے لگے ہیں: امن فوج یا امن افراد وغیرہ جو ان طاغوتی حکام کی نوکری یا خدمت کرتے ہیں (جو اللہ کے قانون کے مطابق حکومت نہیں کرتے) اور وہ ایسے حکام کے ہاتھ مضبوط کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں جو نہ تو ان کے دین کو جانتے ہیں نہ ان کی اجتماعیت کو اور یہود و نصاریٰ سے دوستیاں اور تعلقات قائم کرتے ہیں ایسے لوگوں کے متعلق کیا شرعی حکم ہے؟ اور کیا ان کے متعلق بھی شریعت کا وہی حکم ہے جو یہود و نصاریٰ کے طاغوتی دوستوں کا ہے؟ اور کیا مسلمان کے لئے شرعاً جائز ہے کہ وہ ان سیکولر نظاموں کے سائے میں رہنے والی امن فوج یا امن افراد کا حصہ بن جائے؟ اور اگر کوئی مسلمان ایسا کرلے تو کیا اس کا یہ فعل اللہ کے دشمنوں سے دوستی شمار ہوگا؟ اور جو شخص یقینی طور پر جانتا ہو کہ وہ یہود و نصاریٰ کے مددگار ہیں پھر بھی ان کی حمایت کرے اور مدد کرے اور ان سے دوستی کرے اس شخص کے متعلق شرعی حکم کیا ہے....؟؟؟

ان سوالات کا تعلق چونکہ طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں سے ہے اس لئے اصل موضوع سے پہلے ہم طاغوت کی تعریف کریں گے اور ولاء اور تولّی (یعنی دوستی ،محبت، وفاداری، جانثاری، اطاعت، رشتہ داری، اور "قبول Except کرنا) کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے اس کے بعد ہم ہر اس شخص کا شرعی حکم بیان کریں گے جو کفار اور مشرکین کے ساتھ کسی بھی نوع کا حسّی یا معنوی تعاون کرتا ہو۔

لہٰذا اللہ سے مدد مانگتے ہوئے ہم کہتے ہیں:

طاغوت کی تعریف

میرے نزدیک طاغوت کی جامع تعریف وہ ہے جو "ابن قیم الجوزی" نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین عن رب العالمین" (1/50) مطبوعہ دار الجیل میں کی ہے۔ کہتے ہیں:

"طاغوت سے ہر وہ معبود (جس کی عبادت کی جاتی ہو) متبوع (جس کی اتباع کی جاتی ہو) مطاع (جس کی بات مانی جاتی ہو) مراد ہے جسے بندہ اس کی اصل حیثیت سے زیادہ درجہ دے پس ہر قوم کا طاغوت وہ شخص ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر لوگ اس کے پاس فیصلے کروانے کے لئے جاتے ہوں، یا اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہوں، یا اللہ کی طرف سے عطاء کردہ کسی بصیرت (دلیل، رہنمائی، حکم) کے بغیر ہی اس کی اتباع کرتے ہوں، یا اس کی بات مانتے ہوں اور نہ جانتے ہوں کہ اس طرح تو اللہ کی بات ماننی چاہیے یہ سب دنیا جہاں کے طواغیت (جمع طاغوت) ہیں ان کے بارے میں اور ان کے ساتھ لوگوں کے تعلقات و معاملات کے بارے میں غور و فکر کرنے پر آپ جان لیں گے کہ یہ لوگ اللہ کی عبادت سے ہٹ کر طاغوت کی عبادت میں لگ چکے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف تحاکم (فیصلے کے لئے جانا) کے بجائے طاغوت کی طرف تحاکم (فیصلے کے لئے جانا) کرتے ہیں اور اللہ کی بات ماننے اور اس کے رسول کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے طاغوت کی بات ماننے اور اس کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

امام جوہری رحمہ اللہ طاغوت کی تعریف میں فرماتے ہیں:

"طاغوت سے کاہن (غیب کی خبر دینے کا دعویٰ کرنے والا) شیطان اور گمراہی کا ہر سردار مراد ہے، یہ ایک بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ۔"[1]

"وہ طاغوت کے پاس فیصلہ کروانے کے لئے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کفر کریں۔"

اور ایک سے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں جیسا کہ فرمایا:

"أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ۔"[2]

"ان کے اولیاء(جمع ولی یعنی دوست یا مددگار) طاغوت ہیں"۔

اور طاغوت کی جمع طواغیت آتی ہے۔[3]

نیز امیر المومنین "عمر بن خطاب" رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ان الجبت السحر والطاغوت الشيطان"

"جبت سے مراد جادو اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔"[4]

---

[1] نساء:60

[2] بقرہ:257

[3] الجامع لاحکام القرآن از امام قرطبی رحمہ اللہ:3/183مطبوع دارالکتب العلمیة

[4] تفسیر ابن کثیر 1/418طبع دارالسلام ریاض

نیز عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے فرمان "يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ"۔"وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں"۔کی تفسیر ہے۔اس قول کو نقل کرنے کے بعد امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"طاغوت سے شیطان مراد لینے کا معنی ہے کہ یہ شیطان انتہائی قوی ہے لہٰذا اس سے دور جاہلیت کی ہر برائی مراد ہے مثلاً بتوں کی عبادت،ان سے فیصلے کروانا،ان سے مدد مانگنا۔ازمترجم

نیز ”شیخ عبدالرحمن بن حسن“ آل شیخ کی شرح”فتح المجید شرح کتاب التوحید“صفحہ 19طبع دارالندوۃالجدیدۃ میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”طاغوت سے مراد وہ کہان (جمع کاہن)ہیں جن پر شیطان اترتے ہیں“۔ان دونوں اقوال کو ابن ابی حاتم رحمہا اللہ نے روایت کیاہے اور فرمایا کہ طاغوت سے مراد ہر وہ شئے ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے۔

میں کہتاہوں: کہ دراصل طاغوت سے شیطان مراد ہے جیسا کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایااور گمراہی کے سارے امام اس کی شاخیں ہیں مثلاً کاہن، جادوگر، اللہ کے نازل کردہ قانون کے بغیر فیصلے کرنے والے، اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے بغیر ان کے پاس فیصلے کے لئے آنے والے لوگ، جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو، یا اللہ کی طرف سے کسی دلیل کے بغیر اس کی اتباع کی جاتی ہو، یا اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جاتی ہو۔کیونکہ ” طاغوت “طغیان(سرکشی) سے نکلاہے یہ بھی کہا جاتاہے کہ طاغوت کی لغوی اصل طغیان ہے اور یہ اشتقاق کے بغیر ہی طغیان کا معنی دیتاہے اور طغیان سے سرکشی (حد سے بڑھ جانا)مراد ہے لہٰذا ہر وہ معبود، متبوع یا مطاع جسے بندہ اس کی حقیقت سے زیادہ درجہ دے وہ حقیقی طاغوت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے طاغوت کے ساتھ کفر کرنے اور اس کا انکار کرنے کا حکم دیاہے اور اس کفر وانکار کو ایمان اور توحید کے صحیح ہونے کی شرط قرار دیاہے جیسا کہ فرمایا:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔[1]

[1] بقرہ:256

"پس جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا وہی ہے جس نے ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو ٹوٹتا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔

نیز فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔[1]

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا زعم (گمان وخوش فہمی) ہے کہ وہ آپ کی جانب اور آپ سے پہلے نازل کردہ (وحی ،دین، قانون) پر ایمان رکھتے ہیں اور فیصلے کے لئے طاغوت کے پاس جانا چاہتے ہیں جبکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان انہیں دور کی گمراہی میں لا پھینکنا چاہتا ہے"۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو طاغوت سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے، فرمایا:

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔[2]

"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو"۔

نیز فرمایا:

---

[1] نساء:60

[2] نحل:36

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ.الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔[1]

"اور جو لوگ طاغوت کی عبادت سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کے لئے خوشخبری ہے تو آپ میرے بندوں کو خوشخبری دے دیجئے وہ بندے جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کے اچھے پہلو پر چلتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی لوگ عقل والے ہیں"۔

ولاء اور تولّی کی تعریف

ولی فعیل کے وزن پر فاعل کے معنی میں ہے جب کوئی کسی کا سرپرست ہو تو کہا جاتا ہے ھو ولیّہ وہ اس کا سرپرست ہے۔ اللہ کا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا[2]

"اللہ اہل ایمان کا ولی یعنی سرپرست و مددگار ہے"

اس معنی میں ہے۔

ابن منظور کی لسان لعرب (3/985-986) میں ہے کہ:

---

[1] زمر:17-18

[2] بقرة:257

''ابن اعرابی کے بقول موالاۃ کا معنی ہے جب دوافراد آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کے لئے ''ثالث''(تیسرا فیصلہ کرنے والا) آجائے اور وہ ان دونوں میں سے ایک کی طرف مائل ہو یہ ہے موالاۃ ومحاباۃ اور جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہو تو کہتے ہیں وَالٰی فلان فلاناً اور لفظ ''مولیٰ'' کا اطلاق بہت سے افراد پر ہوتا ہے مثلاً:

رب

مالک

سید

منعم (احسان کرنے والا)

معتیق (آزاد کرنے والا)

ناصر (مددگار)

مُحب (محبت کرنے والا)

تابع (نقش قدم پر چلنے والا)

جار (پڑوسی)

ابن العم (چچازاد)

حلیف (جس کے ساتھ معاہدہ ہو)

عقید (ہم عقیدہ)

صھر (سسرالی رشتہ دار یا سسر)

عبد (غلام)

معتق (آزاد کردہ غلام)

منعم علیہ (جس پر احسان کیا گیا ہو)

میں کہتا ہوں کہ: مذکورہ تمام معانی کی بنیاد مدد اور محبت ہے نیز موالاۃ متابعہ (ایک دوسرے کی پیروی کرنا) کے معنی میں بھی آتا ہے۔

نیز فیومی "مصباح المنیر" (2/841) میں فرماتے ہیں: "لفظ ولی فرمانبردار کے حق میں مفعول کے معنی میں بھی آتا ہے لہٰذا کہا جاتا ہے کہ المومن ولی اللہ (یعنی مومن اللہ کا محبوب، دوست ہوتا ہے) نیز کہا جاتا ہے والاہ - یوالیہ موالاۃً و ولاءً باب مفاعلہ سے بمعنی اس نے اس کی تابعداری کی۔

میں کہتا ہوں: ان لغوی تعریفات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ موالاۃ کا اصطلاحی معنی ہے مدد کرنا، محبت کرنا، تعاون کرنا، اکرام کرنا (عزت دینا)، اجلال (بزرگی دینا)، احترام کرنا اور یہ کہ موالی (یعنی مذکورہ تمام یا بعض افعال کرنے والا) ظاہراً اور باطناً دونوں طرح اس سے محبت کرنے والا شمار ہوگا جس سے وہ موالاۃ کا تعلق قائم کرے۔ لہٰذا موالاۃ کو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے خاص کرنا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ۔[1]

[1] بقرۃ: 257

”اللہ ان لوگوں کا ولی یعنی دوست ومددگار ہے جو ایمان لے آئے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی میں لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کئے رکھا ان کے دوست ومددگار طاغوت ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں“۔

نیز فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ، الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔[1]

”سن رکھو اللہ کے اولیاء پر نہ تو اندیشہ ہو گا نہ وہ غمگین ہوں گے یعنی جو ایمان لائے اور وہ مجھ سے ڈرتے تھے“۔

لہٰذا سارے اہل ایمان اللہ کے اولیاء ہیں اور اللہ ان کا ولی ہے اللہ تعالیٰ نے ولایت کو اسی معنی میں محصور کر دیا ہے لہٰذا اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ، وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔[2]

”سوائے اس کے نہیں (لفظ اِنَّمَا کا ترجمہ جو عربی قواعد کی رو سے حصر کے لئے آتا ہے) تمہارا دوست اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں اور زکاتیں دیتے ہیں اور وہ

[1] یونس:63-62

[2] مائدہ:56-55

رکوع میں ہوتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کو دوست بنائے گا (یہ اللہ کی جماعت بن گئے) تو اللہ کی جماعت ہی غالب ہونے والی ہے"۔

لہٰذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اللہ کی خاطر دوستی کرے اور اسی کی خاطر دشمنی اس کی خاطر محبت کرے اور اسی کی خاطر نفرت کیونکہ ولاء (دوستی، محبت) اور براء (دشمنی، نفرت، بیزاری) ہی ایمان کی بنیادی کڑی اور دین کا بنیادی رکن ہے بلکہ ایمان اور عقیدے کے اصولوں میں سب سے بنیادی اصول ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا (ای عری الایمان اظنہ قال: اوثق؟ قال اللہ ورسولہ اعلم، قال: الموالاۃ فی اللہ والمعاداۃ فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ) "ایمان کی کڑیوں میں سب سے مضبوط کڑی کون سی ہے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے، آپ نے فرمایا: "اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دوستی کرنا اور اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے دشمنی کرنا اور اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ کی خاطر نفرت کرنا"[1]

لہٰذا کفار سے تعلقات قائم کرنا نواقض ایمان (جمع ناقض یعنی وہ امور جو ایمان کا اعتبار ختم کر دیتے ہیں) سے ہے کسی مسلمان کے لیے ان سے تعلق قائم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس پر تو ان سے دشمنی اور نفرت کرنا فرض ہے۔ لہٰذا ان سے تعلقات قائم کرنا یعنی ان سے محبت کرنا، ان کے قریب ہونا، ان کے ساتھ تعاون کرنا، ان کی مدد کرنا، ان سے اظہار محبت کرنا، اور ان کی طرف جھکاؤ یہ سب ناجائز ہے نہ زبان سے جائز ہے، نہ عمل سے، نہ ہی دل سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] معجم کبیر للطبرانی: 11537، مسند الطیالسی: 378، مصنف ابن ابی شیبۃ: 12/187، مستدرک حاکم: 2/480، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ نیز مسند احمد: 4/286، الایمان لابن ابی شیبۃ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، نیز شرح السنۃ للبغوی: 3/429 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، نیز امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے البتہ امام ذہبی نے ان کی موافقت نہیں کی اور کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے لیکن علامہ الالبانی نے شواہد اور متابعات کی بنا پر اسے حسن کہا ہے ملاحظہ ہو السلسلۃ الصحیحۃ: 735-437/307، 2-4/306.

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْآ اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔[1]

”اے نبی آپ ایسی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت کرتی ہو اگرچہ وہ مخالفین ان کے باپ دادا یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا اور ان کی اپنی روح (جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ذریعے مدد کی اور انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے یہی اللہ کی جماعت ہے خبردار سن رکھو اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہونے والی ہے۔“

اس آیت کی بناء پر کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی کافر سے تعلقات قائم کرے جیسے اس کے لئے طاغوت سے تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہمیں طاغوت کے ساتھ کفر کرنے اور اس سے بیزاری کا اظہار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔[2]

”پس جو طاغوت کا انکار کرے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا یہی تو وہ شخص ہے جس نے ایسے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو ٹوٹتا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔“

[1] المجادلة:22-21.

[2] بقرہ:256

اس آیت کی روشنی میں مومن وہ ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور طاغوت کے ساتھ کفر کرے اس کے برعکس کافر جبت (بت یا جادو وغیرہ) اور طاغوت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کا انکار کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَوۡلِیٰٓـُٔھُمُ الطَّاغُوۡتُ یُخۡرِجُوۡنَھُمۡ مِّنَ النُّوۡرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ۔[1]

"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

نیز فرمایا:

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وَ یَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ھٰۤؤُلَآءِ اَھۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا۔[2]

"کیا آپ ان لوگوں (یہودیوں) کو نہیں دیکھتے جنہیں کتاب (تورات) کا حصہ دیا گیا وہ جبت (جادو) اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں (مشرکین و منافقین) کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ راہ یافتہ ہیں"۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مجموع الفتاویٰ (7/538) میں فرماتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ طاغوت پر ایمان بھی لایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ کفر بھی کیا جاتا ہے"۔

---

[1] بقرة: 257

[2] نساء: 51

میں کہتا ہوں کہ: طاغوت پر ایمان لانے والے کافر اور اس کا انکار کرنے والے مومن ہیں ایسے ہی طاغوت کی راہ میں قتال بھی کیا جاتا ہے سو طاغوت کی راہ میں قتال کرنے والے کافر ہیں جبکہ اہل ایمان اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں نہ کہ شیطان اور طاغوت کی راہ میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا۔[1]

”ایمان والے لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر لوگ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں سو (اے اہل ایمان) تم شیطان کے دوستوں سے لڑو کیونکہ شیطان کا داؤ انتہائی کمزور ہے“۔

میں کہتا ہوں: جو لوگ طاغوت پر ایمان لاتے ہیں وہی اس کے مددگار اور معاون بھی ہیں اور اس کی راہ میں لڑنے والے اس کی سپاہ اور اس کے لشکر اور اس کے مددگار ہیں۔

طاغوت کے مددگاران کی کچھ اقسام ہیں

① باتوں کے ذریعے اس کی مدد کرنے والے: یعنی جو لوگ باتوں اور اقوال کے ذریعے طاغوت کی مدد کرتے ہیں ان میں سرفہرست وہ نام نہاد علماء سوء ہیں جو کافر حکام کے حق میں شریعت اسلامیہ کا دائرہ وسیع تر کر دیتے ہیں اور ان پر کفر کے الزام کا دفاع کرتے ہیں اور جو مسلمان مجاہدین ان کے خلاف بغاوت کریں انہیں بے وقوف اور خارجی اور گمراہ قرار دیتے ہیں ان کے ذریعے حکام کو خوب بے وقوف بناتے ہیں۔ نیز اس قسم میں وہ رائٹرز، صحافی اور رپورٹر بھی شامل ہیں جو بذاتِ خود یہ خدمت سرانجام دیتے ہیں۔

[1] نساء: 76

② عملی طور پر مدد کرنے والے: ان میں سر فہرست کافر حکام کے سپاہی ہیں خواہ فوجی ہوں یا پولیس آفیسر ہوں یا رنگروٹ یہ سب ان ممالک کے دستور اور قانون کے مطابق چند امور کے لئے تیار کئے جاتے ہیں:

❶ مملکت کے عام نظام کی حفاظت: یعنی اپنی طرف سے بنائے گئے دساتیر (جمع دستور) اور قوانین پر عمل کروانا اور ان کی خلاف ورزی یا ان کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو سزائیں دینا۔

❷ دستوری قانونی شکل (آئین) کی حفاظت کرنا: گویا یہ کافر ہی کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ یہ ان کے نزدیک دستور کے مطابق ایک قانونی حاکم شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا تقرر اور قیام وضعی دستور (انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کا مجموعہ) میں بیان کردہ اقدامات کے عین مطابق ہوتا ہے۔

❸ قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانا: یعنی دستور اور قانون کو نافذ العمل کرنا نیز وہ فیصلہ جات جو طاغوتی دستوری عدالتیں صادر کرتی ہیں انہیں نافذ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔

قول اور فعل کے ذریعے طاغوت کے ان مددگاروں میں ہمارے ذکر کردہ افراد کے علاوہ ہر وہ شخص بھی شامل ہے جو اپنے قول وفعل کے ذریعے اس کی مدد کرے حتی کہ اگر کسی دوسرے ملک کی حکومت بھی اس کی مدد کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ ہیں طاغوت اور اس کے مددگار۔[1]

نیز حامیان ومددگار ان طاغوت اس کے دفاع اور اس کی حاکمیت کو برقرار رکھنے کی خاطر جان کی بازی تک لگادیتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کفر وگمراہی کے امام اور سربر آوردہ شخصیات ان حامیوں اور مددگاروں کے بغیر کسی بھی جگہ پنپ ہی نہیں سکتے جب تک کہ وہ کفر، ظلم وفساد اور گمراہی پر ان کی مدد وحمایت نہ کریں لہٰذا طاغوت کے یہ مددگار ہی درحقیقت ان حکام کے (جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکومت نہیں چلاتے) مقرب، حاشیہ برداراور خاص لوگ ہوئے یہی انہیں

[1] الجامع فی طلب العلم الشریف از عبدالقادر عبدالعزیز ص :544.

(''زبانیہ''ان فرشتوں کو کہتے ہیں جو لوگوں کو جہنم کی طرف گھسیٹ کرلے جائیں گے) جہنم میں گھسیٹ کرلے جائیں گے اور ان حامیوں و مددگاروں میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اپنے اقوال کے ذریعے ان کی حمایت کرتے ہیں مثلاً علماء سوء (درباری ملا) بعض صحافی ،رپورٹرز جو ان کے کارناموں اور ترقیاتی منصوبوں کا خوب ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور وہ شعراء، ادباء اور رائٹرز بھی کہ جن کی زبانیں اور قلم ہر وقت ان کی تعریفات میں تر رہتے ہیں جو ان کے عدل واستقامت کی داستانیں وضع کرتے ہیں اور ان کی حمایت میں لوگوں سے جھوٹ بیان کرکے انہیں شکوک وشبہات میں مبتلا کردیتے ہیں۔ نیز انہیں مشوروں سے نوازنے والے اور ان کی حوصلہ افزائیاں کرنے والے بھی اسی قبیل میں شامل ہیں جو لوگوں کو حقائق سے گمراہ کردیتے ہیں اور اس قسم میں بیان کردہ لوگ بہت زیادہ ہیں اللہ ان میں اضافہ نہ کرے۔ (آمین)

اور ان مددگاروں وحامیوں میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جو عملی طور پر ان کی مدد وحمایت کرتے ہیں مثلاً فوجی ،سپاہی ،فورسز، اسپیشل فورسز، جمہوریت پسند، امن قام کرنے والے اور سراغ رساں افراد ،پولیس ،وزراء، لیڈرز، اور وہ ارکان سلطنت جن سے مرتد حکام خفیہ ریاستی امور میں مشاورت کرتے ہیں یہ تمام طاغوت کے حامی اور مددگار ہیں جو نہ صرف اس کی بلکہ اس کی سلطنت، اس کے بنائے گئے کفریہ قوانین ودستور کی بھی حفاظت کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو عوام الناس اور اللہ کے قانون کے مطابق حکومت کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں بلکہ یہ لوگ تو طاغوت اور طاغوتی نظام کے دفاع اور حفاظت میں سر دھڑ کی بازیاں لگادیتے ہیں اور اس کی مخالفت کرنے والوں اور اس کے خلاف بغاوت کرنے والوں پر غداری کا الزام لگاکر انہیں سزائے موت دیتے ہیں۔ اگر یہ سب نہ ہوتے تو وہ مرتد حکام بھی نہ ہوتے یہ ان کی بقاء اور ان کی حکومت کی بقاء کی ضمانت ہیں یہی اصل سبب ہیں سو جب ان حکام کو مرتد اور کافر قرار دیا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکومت نہیں کرتے تو ہر وہ شخص جو ان کی کسی بھی طرح مادی یا معنوی مدد یا حمایت کرے یا کسی بھی طرح ان کا دفاع کرے وہ بھی انہی کی طرح کافر ومرتد ہوا کیونکہ یہی طاغوت اور طاغوتی نظام کا (بلاواسطہ) اولین حامی ومددگار ہے اور مسلمانوں پر ان کے ملکوں میں ان مرتد حکام کے وضع کردہ

کفریہ قوانین کونافذ کرکے ان ملکوں میں کفر بواح (ایسا کفر جو انسان کو اسلام کی حدود سے نکال دیتا ہے) کو ظاہر کرنے کا اولین سبب ہے۔اور فقہاء جانتے ہیں کہ کسی بھی شئے سے بلاواسطہ تعلق رکھنے والے اور اس شئے کا سبب بننے والے کا بھی شرعاً وہی حکم ہوتا ہے جو خود اس شئے کا ہوتا ہے۔لہٰذا اس اصول کی رو سے طاغوت کے حامی، مددگار، معاونین بھی طاغوت اور اس کی طرح کافر ومرتد ہوئے علاوہ ازیں کتاب وسنت میں موجود دلائل سے بھی یہی ثابت اور متحقق ہوتا ہے۔

انصارانِ(مددگاران / حامیان)طاغوت کے "کفر" کے دلائل

اولا قرآن کریم سے:

واضح رہے کہ کسی بھی مسئلے کا شرعی حکم معلوم کرنے کے تین ذرائع ہیں:

❶ قرآن کریم۔

❷ سنت ثابتہ۔

❸ اجماع۔

اور مؤلف رحمۃ اللہ علیہ / حفظہ اللہ نے ان تینوں سے ناقابل تردید دلائل ذکر کئے ہیں۔

① اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا[1]

---

[1] بقرہ:256.

''پس جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے گا اور اللہ پر ایمان لائے گا تو اس نے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے صحیح ہونے کے لئے شرط رکھی کہ طاغوت کے ساتھ کفر کیا جائے، لہٰذا جو طاغوت کے ساتھ کفر نہیں کرتا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں الّا یہ کہ وہ طاغوت کے ساتھ کفر کر دے اور طاغوت کا حامی اور مددگار طاغوت کے ساتھ کفر نہیں کرتا۔ لہٰذا یہ اس پر ایمان لانے والا ہوا اور طاغوت کے ساتھ کفر نہ کرنے والا اور اس پر ایمان لانے والا ''کافر'' ہے۔

② فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[1]

''اللہ مومنوں کا دوست ہے انہیں اندھیروں سے روشنی میں نکالتا ہے اور کافروں کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں میں لے جاتے ہیں یہی جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ طاغوت کے دوست کافر ہیں، دوست سے اس کے محبوب، اس کے معاونین و مددگار و حامی مراد ہیں ثابت ہوا کہ جو بھی طاغوت کا حامی ہو یا مددگار وہ بھی انہی کی طرح کافر ہے۔

③ فرمایا:

---

[1] بقرہ: 257.

بَشِّرِ الْمُنَافِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا، الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا[1]

"اے نبی منافقوں کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے یہ وہ لوگ ہیں جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس بلند مرتبہ چاہتے ہیں تو یقیناساری کی ساری عزت محض اللہ کے لئے ہے"۔

اس آیت میں منافقین کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں اور طاغوت کے مددگار وحامی طاغوت کے دوست بھی ہوتے ہیں جیسا کہ واضح ہے لہٰذا طاغوت کے مددگار اور حامی منافقین کی طرح اور یہ دونوں کفر میں برابر سرابر ہوئے۔

④ فرمایا:

لَايَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ[2]

"مومن لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی جانب سے کسی بھی شئے میں نہیں الّا یہ کہ تم ان سے بچ کر رہو اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

یہ آیت بھی طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کے کافر ہونے پر دلیل ہے جیسا کہ فرمایا کہ "وہ اللہ کی جانب سے کسی بھی شئے میں نہیں" یعنی وہ اللہ سے اور اللہ اس سے بری ہے کیونکہ وہ مرتد ہو کر کفر میں داخل ہو چکا ہے۔ مذکورہ تفسیر رئیس المفسرین ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔[1]

---

[1] نساء:138-139.

[2] آل عمران:28.

نیز اس آیت کے سبب نزول کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ منہاج السنۃ النبویۃ[2] طبع مکتبہ ابن تیمیہ میں فرماتے ہیں کہ مقاتل بن حیان اور مقاتل بن سلیمان دونوں سے منقول ہے کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ کے متعلق نازل ہوئی جو کفار مکہ سے اظہار محبت کرتے تھے، تو اللہ نے انہیں اس سے روک دیا۔

⑤ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ[3]

”اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بنانا وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہو گا اور اللہ ظالموں کو یقیناً ہدایت نہیں دیتا ہے“۔

اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ چونکہ طاغوتی حکمران یہود ونصاریٰ کو دوست بناتے ہیں لہٰذا انہی کی طرح کافر ہوئے جیسا کہ فرمایا: ”اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہو گا“ اور جو یہود ونصاریٰ کے دوستوں کو دوست بنائے وہ بھی اسی سلسلہ دوستی میں داخل ہوا معلوم ہوا کہ طاغوت کے مددگار بھی کافر ہیں کیونکہ طاغوت کے دوست ہیں۔ اس طرح یہ سب اللہ تعالیٰ کے فرمان ”اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے وہ انہیں میں سے ہو گا“ کے عموم کے تحت داخل ہوئے۔

نیز امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اور جو بھی مومنوں کے سوا یہود ونصاریٰ کو دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے کہ جو انہیں دوست بنائے اور

---

[1] الطبری: 3/228.
[2] 3/228
[3] المائدۃ: 51.

مومنوں کے خلاف ان کی مدد کرے تو وہ انہی کے دین کا ماننے والا ہوا کیونکہ کسی کو دوست بنانے والا اسی کے دین کو ماننے والا ہوتا ہے اور اس کی ہر بات سے راضی ہوتا ہے تو جب وہ اس سے اور اس کے دین سے راضی ہو گیا تو لا محالہ جس سے وہ اختلاف و ناراضگی رکھتا ہے یہ بھی اس کے مخالف ہی شمار ہوا لہٰذا جو حکم اس کا ہے وہی حکم اس سے دوستی کرنے والے کا بھی ہوا۔[1]

⑥ فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ[2]

"اے ایمان والو تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب (توراۃ، انجیل) دی گئی انہیں اور کفار کو جو کہ تمہارے دین کو مذاق اور کھیل سمجھتے ہیں دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو دوست بنانا کفر ہے جو دینِ اسلام کو کھیل اور مذاق سمجھیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ یہ کام طاغوت کرتا ہے وہ اللہ کے دین کو کھیل اور مذاق بنالیتا ہے معنی یہ ہوا کہ طاغوت کے حامی و مددگار اسی کی طرح کافر ہیں۔

نیز فضیلۃ الشیخ عبد اللطیف بن عبد الرحمن آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور اللہ سے ڈرو اگر تم واقعی مومن ہو" میں غور کیجئے اس لفظ یعنی اِنْ (اگر) جو کہ شرط کے لئے آتا ہے کا تقاضا ہے کہ جب شرط (یعنی اگر تم واقعی مومن ہو) کی نفی ہو جائے تو جواب شرط (اس جملے سے پہلے والے الفاظ جن میں اہل کتاب اور کفار

[1] تفسیر طبری: 6/277.

[2] مائدۃ: 57.

کے ساتھ دوستی لگانے سے منع کیا گیا ہے) کی بھی نفی ہو جاتی ہے پھر معنی یہ بنتا ہے کہ جو انہیں دوست بنائے وہ مومن نہیں ہے"۔[1]

⑦ فرمایا:

وَلَوۡ كَانُوۡا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِىِّ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مَا اتَّخَذُوۡهُمۡ اَوۡلِيَآءَ وَلٰـكِنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ[2]

"اور اگر وہ واقعی اللہ اور نبی اور جو اللہ نے اس کی طرف نازل کیا پر ایمان رکھتے تو انہیں دوست نہ بناتے لیکن ان کی اکثریت فاسق ہے"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مجموع الفتاویٰ (7/17) میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یہاں جملہ شرطیہ ذکر کیا یعنی جب یہ شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جائے گا اور حرف شرط لَوۡ "اگر" ہے جس کا تقاضا ہے شرط کی نفی ہو تو مشروط کی بھی نفی ہو جائے فرمایا کہ "اور اگر وہ واقعی اللہ اور نبی اور جو اللہ نے اس کی طرف نازل کیا پر ایمان رکھتے ہوتے تو ان کو دوست نہ بناتے" یہ طرز اس بات کی دلیل ہے کہ "ایمان مذکور" انہیں دوست بنانے کی نفی کرتا ہے اور اس کی ضد ہے لہٰذا کسی دل میں ایمان اور "انہیں دوست بنانا" جمع نہیں ہو سکتے۔

اور اس آیت سے اس بات کی دلیل کہ طاغوت کے حامی و مددگار بھی انہی کی طرح کافر ہیں یہ ہے کہ اگر وہ واقعی اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان رکھتے ہوتے تو طاغوت کو دوست نہ بناتے، ان کا مومنوں کو

---

[1] الدرر السنیة: 8/288.

[2] المائدة: 81.

چھوڑ کر انہیں دوست بنانا، ان سے ایمان کی نفی کر رہاہے کیونکہ کسی مومن کے دل میں ایمان اور طاغوت سے دوستی جمع نہیں ہوسکتے۔

⑧ فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ[1]

”اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو گا“۔

یہ آیت بڑی واضح ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے والے انہی میں سے ہیں انہی کی طرح برابر سرابر کافر ہیں اسی لئے فرمایا”وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں“لہٰذا طاغوت کے حامی ومددگار جب تک ان کے دوست ہیں تو کفر میں بھی انہی کی طرح ہیں کیونکہ اللہ نے کافروں کو ایک دوسرے کا دوست قرار دیاہے اور مومنوں سے ان کی دوستی کا تعلق کاٹ ڈالاہے اور اللہ کا یہ فرمان کہ ”اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو گا“اس کی تفسیر میں فضیلۃ الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن آل شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”فتنے سے سوائے شرک کے کچھ اور مراد نہیں لیا جاسکتا اور بڑے فساد سے مراد ہے اسلام کی گرہ کھول دینا اور اللہ نے قرآن میں جو احکامات اور نظام دیاہے اسے توڑ ڈالنا“۔[2]

(نیز ”اگر تم نے ایسا نہ کیا“ سے مراد ہے کہ اگر تم نے اس کے مطابق نہ کیا یعنی چونکہ کفار باہم دوست ہیں لہٰذا تم انہیں دوست نہ بناؤ اور اگر تم نے انہیں دوست بنایا تو فتنہ وفساد ہو گا۔واللہ اعلم ۔مترجم)

[1] انفال:73.

[2] الدررالسنیة:8/326.

⑨ فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ[1]

”بے شک جو لوگ اپنی پشتوں کے بل مرتد ہو گئے جبکہ ان کے لئے ہدایت واضح ہو چکی تھی در حقیقت شیطان نے انہیں خوشنما کر کے دکھایا اور اس نے انہیں آسرے دیے اس کی وجہ یہ بنی کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو اللہ کے نازل کردہ کو ناپسند کرتے تھے کہا کہ عنقریب بعض معاملات میں ہم تمہاری بات مان لیں گے حالانکہ اللہ ان کے دلوں کے راز تک جانتا ہے“۔

اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ مرتدین ان لوگوں سے جو اللہ کا نازل کردہ دین ناپسند کرتے تھے کہا کہ ”بعض معاملات میں ہم عنقریب تمہاری بات مان لیں گے “تو جب وہ بعض معاملات میں ان کی اطاعت کرنے کے سبب مرتد قرار پائے جبکہ انہوں نے تمام معاملات میں ان کی اطاعت نہ کی تو جو تمام معاملات میں ان کی اطاعت کرنے بلکہ ان کی مدد اور ان کے ساتھ تعاون کرنے اور انہیں سہارا دے اور ان کی بادشاہت وریاست کو مضبوط کرے اور ان کی مکمل حمایت کرے جو ایسا ہو تو وہ بالاولیٰ کافر ومرتد ہوا۔

⑩ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ[1]

[1] محمد:26-25.

”اے ایمان والو اگر تم کافروں کی اطاعت کرنے لگے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پلٹادیں گے بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہ بہترین مددگار ہے“۔[1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اگر مومن کفار کی اطاعت کرنے لگے تو وہ انہیں مرتد بنا کر ہی چھوڑیں گے کیونکہ ان کی چاہت ہی یہ ہے کہ وہ انہی کی طرح کفر کرنے لگیں اسی لئے اللہ نے ان کی اطاعت کی اجازت نہ دی، اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا مددگار ہے اور بہترین مددگار ہے تو معلوم ہوا کہ کافروں کی اطاعت کرنا اسلام سے مرتد ہو جانا ہے جیسا کہ فرمایا ”وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل پھیر دیں گے“۔

⑪ فرمایا:

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ نَافَقُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَکُمۡ وَ لَا نُطِیۡعُ فِیۡکُمۡ اَحَدًا اَبَدًا وَّ اِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ لَنَنۡصُرَنَّکُمۡ وَ اللّٰهُ یَشۡهَدُ اِنَّهُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ [2]

”کیا آپ منافقوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے کافر اہل کتاب بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تمہیں جلاوطن کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل پڑیں گے اور تمہارے سلسلے میں ہم کسی کی بھی ہرگز اطاعت نہ کریں گے اور اگر تم سے مقابلہ کیا گیا تو ہم تمہاری مدد ضرور کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں“۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ منافقین کافروں کے بھائی ہوتے ہیں کیونکہ وہ انہیں خفیہ طور پر وعدے دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے مقابلے کی صورت میں ان کے ساتھ مقابلے میں نکلیں گے اور

---

[1] آل عمران:149-150.

[2] حشر:10.

ان کے سوا کسی کی نہیں مانیں گے اور جنگ وجدال میں ان کی مدد بھی کریں گے۔ یہ سب خفیہ وعدوں کی صورت میں ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے نفاق اور کفر شمار کیا تو صدقِ دل سے اعلانیہ اس کا نہ صرف اظہار کرے بلکہ اس پر جان کی بازی بھی لگادے تو وہ منافق اور کافر کیوں نہ ہو؟ اہم بات یہ ہے کہ طاغوت کے دوست، مددگار، حامی سب ہی کافر ہیں کیونکہ شیطان کے دوستوں کی راہ میں لڑ رہے ہوتے ہیں۔ (العیاذ باللہ من ذلک)

⑫ فرمایا:

وَ لَا تَرۡكَنُوۡۤا اِلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ[1]

''اور ان لوگوں کی طرف جھکاؤ مت رکھو جنہوں نے ظلم ڈھائے پس تمہیں آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی دوست نہیں پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی''۔

اس آیت میں ظالموں کی طرف رکون (معمولی جھکاؤ) پر شدید ترین وعید بیان کی گئی ہے جبکہ یہ مداہنت (مکمل میلان، چاپلوسی) کی ایک نوع ہے تو جو ان کے کفر پر ان کی اتباع کرے اور ان کے کاموں سے خوش ہو اور ان کے ساتھ تعاون کرے، ان سے محبت اور ان کی مدد کرے اللہ کی قسم وہ کفر میں اس وقت تک انہی کی مثل ہے جب تک ان کے کاموں پر راضی رہے۔ نیز اللہ کے اس فرمان ''اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی دوست نہیں پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی'' پر غور وفکر کریں کہ ظالموں کی طرف میلان رکھنے اور مدد مانگنے والوں تک سے اللہ نے اپنی دوستی اور مدد کا تعلق ختم کر ڈالا، تو جو انہیں نہ صرف دوست بنائے بلکہ ان کی مدد بھی کرے مثلاً طاغوت کے مددگار اور حامی وہ اللہ کی دوستی اور مدد کے مستحق کیونکر ہوسکتے ہیں۔

---

[1] هود:113.

⑬ فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ، وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[1]

”اے ایمان والو اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنادیں گے اور تم کیونکر کفر کرسکتے ہو جبکہ تم پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول موجود ہے اور جو اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرے گا وہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا گیا ہے“۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اگر اہل ایمان اہل کتاب کی اطاعت کرنے لگ جائیں تو وہ انہیں مرتد بناکر رہیں گے پھر یہ بتایا ہے کہ مومن کیونکر کفر کرسکتے ہیں (یعنی ان کے لئے کفر کرنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے) جبکہ اللہ انہیں ایمان کی راہ دکھا چکا ہے اور ان میں اللہ کے رسول ﷺ بھی موجود ہیں جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتے ہیں؟ پھر فرمایا کہ ”اور جو اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرے گا وہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیا گیا ہے“ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کی اطاعت کرنے والے اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنے والے نہیں ہوتے کیونکہ کسی مومن کے دل میں ” اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق اور کفار کی اطاعت “جمع نہیں ہوسکتے۔

اس آیت سے ہمارے موقف پر استدلال یہ ہے کہ طاغوتی حکام اپنے یہود ونصاریٰ دوستوں کی خاص طور پر امریکہ کی اطاعت کرتے ہیں لہٰذا ان کا یہود ونصاریٰ کی اطاعت کرنا ہی اسلام سے مرتد ہوجانا ہے، توجو یہود ونصاریٰ کے ان فرمانبرداروں کا اطاعت گذار ہو وہ بھی انہی کی طرح ہوا کیونکہ یہ سب ہی کفار کی اطاعت میں شریک ہوئے۔(واللہ المویدوالموفق الصواب)

---

[1] آل عمران: 101-100.

ثانیاً: سنت سے یعنی انصاران طاغوت کے کفر کے دلائل قرآن سے بیان کئے جانے کے بعد اب سنت سے بیان کئے جاتے ہیں

دلیل نمبر 1 حسن بن محمد کہتے ہیں مجھے عبید اللہ بن ابی رافع نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

بعثنی رسول اللہ ﷺ انا والزبیر والمقداد بن الاسود قال انطلقوا حتی تاتوا روضة خاخ فان بها ظعینة ومعها کتاب فخذوه منها۔فانطلقنا تعادی بنا الخیل حتی انتهینا الی الروضة فاذا نحن بالظعینة فقلنا:اخرجی الکتاب ،فقالت:مامعی من کتاب فقلنا لتخرجن الکتاب او لتلقینا الثیاب فاخرجته من عقاصها ، فاتینا به رسول اللہ ﷺ فاذا فیه من حاطب بن ابی بلتعة الی اناس من المشرکین من اهل مکة یخبرهم ببعض امر رسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ یا حاطب ما هذا؟ قال یا رسول اللہ لا تعجل علی انی کنت امرا ملصقا فی قریش ولم اکن من انفسها وکان من معك من المهاجرین لهم قرابات بمکة یحمون بها اهلیهم واموالهم فاحببت فاذا فاتنی ذلك من النسب فیهم ان اتخذ عندهم یدا یحمون بها قرابتی وما فعلت کفرا ولا ارتداد ولا رضا بالکفر بعد الاسلام فقال رسول اللہ ﷺ لقد صدقکم قال عمر یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق هذا المنافق قال انه شهد بدرا وما یدریك لعل اللہ ان یکون قد اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور زبیر اور مقداد بن اسود کو بھیجا اور فرمایا جاؤ اور جب آڑو یا یُلم کے باغ تک پہنچ جاؤ تو وہاں ایک بڑھیا ہو گی اور اس کے پاس ایک خط ہو گا وہ اس سے لے لو

،ہم چلے گھوڑے ہمیں لے کر دوڑتے رہے حتی کہ ہم باغ تک پہنچ گئے تو ہمارے سامنے ایک بڑھیا تھی ہم نے کہا خط نکال اس نے کہا میرے پاس خط نہیں ہے ہم نے کہا تو خط نکال دے وگرنہ ہم تیرے کپڑے اتار دیں گے ،لہٰذا اس نے وہ خط اپنے موباف (بالوں کو باندھنے کا بند) سے نکال دیا، ہم وہ لے کر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آئے تو اس میں لکھا تھا "حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے مشرکین کی طرف" وہ انہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بعض باتوں کی خبر دے رہا تھا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے حاطب یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یارسول اللہ میرے خلاف فیصلے میں جلد بازی مت کیجئے گا واقعہ یہ ہے کہ میں قریش کے ساتھ آملا تھا جبکہ میں ان میں سے نہ تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ میں رشتہ داریاں ہیں جن کی بناء پر وہ (اہل مکہ) ان کے گھر بار کی حفاظت کرتے ہیں لہٰذا میں نے چاہا کہ میرا ان سے نسبی تعلق نہیں ہے چنانچہ میں ان پر کوئی احسان کر دوں جس کی بناء پر وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کرتے رہیں اور میں نے ایسا کفر یا ارتداد کی بناء پر نہیں کیا اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد کفر سے راضی ہو کر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن ماردوں آپ نے فرمایا یہ بدر میں شامل تھا اور تجھے کیا معلوم؟ شاید اللہ نے اہل بدر پر جھانکا اور فرمایا جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔[1]

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب الجاسوس حدیث نمبر 2845، باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اهل الذمة والمومنات اذا عصین الله وتجریدهن حدیث نمبر 2915، کتاب المغازی باب فضل من شهد بدرا حدیث نمبر 3764، باب غزوة الفتح وما بعث به حاطب بن ابی بلتعة الی اهل مکة یخبرهم بغزوة النبی ﷺ حدیث نمبر 4025، کتاب التفسیر باب لا یتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء حدیث نمبر 4608، کتاب الاستئذان باب من نظر فی کتاب من یحذر علی المسلمین لیستبین امره حدیث نمبر 5904، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین باب ماجاء فی المتأولین حدیث نمبر 6546 نیز صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل اهل بدر رضی الله عنهم وقصة حاطب بن ابی بلتعة حدیث نمبر 2494۔

میں کہتا ہوں: کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ کفار کی مدد کرنا، ان کے ساتھ تعاون کرنا اور مسلمانوں کے خلاف انہیں فتح مند کرنا کفر ہے اور دین سے مرتد ہو جانا ہے اور اس کی چند وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: حاطب رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ "اور میں نے ایسا کفر یا ارتداد کی بناء پر نہیں کیا اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد کفر سے راضی ہو کر" صحیح بخاری باب فضل من شهد بدراً میں یہ الفاظ ہیں (والله ما بي ان لا اكون مومنا بالله ورسوله ﷺ) "اللہ کی قسم مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ رکھوں" بخاری ہی میں باب غزوة الفتح میں یہ الفاظ ہیں (ولم افعله ارتداد عن ديني ولا رضا بالكفر بعد الاسلام) "اور میں نے ایسا اپنے دین سے مرتد ہونے یا اسلام لانے کے بعد کفر کے ساتھ راضی ہونے کی بناء پر نہیں کیا" اور بخاری ہی میں باب لا يتخذوا عدوي وعدوكم اولياء میں یہ الفاظ ہیں (وما فعلت ذلك كفرا ولا ارتداد عن ديني) "اور میں نے ایسا اپنے دین سے کفر یا ارتداد کرتے ہوئے نہیں کیا" اور بخاری ہی میں باب من نظر في كتاب يحذر على المسلمين ليستبين امره میں یہ الفاظ ہیں (ما بي ان لا اكون مومنا بالله ورسوله وما غيرت ولا بدلت) "مجھے کیا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والا نہ بنوں اور میں نہ بدلا ہوں نہ ہی میں نے کچھ بدلا ہے" اور بخاری ہی میں باب ماجاء في المتأولين میں یہ الفاظ ہیں (يا رسول الله مالي ان لا اكون مومنا بالله ورسوله) "یا رسول اللہ مجھے کیا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والا نہ رہوں"۔

ان تمام الفاظ پر غور وفکر کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ جن میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں کفار کی مدد کرنا، ان کے لئے جاسوسی کرنا، اور ان کے سامنے مسلمانوں کے راز فاش کر دینا اور ان کے ساتھ تعاون کرنا اور مسلمانوں کے خلاف انہیں فتح مند کرنا ان تمام امور کو دین اسلام سے مرتد ہو جانا اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنا شمار کرتے تھے۔

دوسری وجہ: عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ "یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن ماردوں" نیز صحیح بخاری ہی کے باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اهل الذمة میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس طرح ہیں (دعنی اضرب عنقه فانه قد نافق) "مجھے چھوڑ دیجئے میں اس کی گردن ماردو کیونکہ یہ منافق ہو چکا ہے" نیز صحیح بخاری کے باب فضل من شهد بدراً میں الفاظ اس طرح ہیں (یا رسول الله قد خان الله ورسوله والمومنین فدعنی فلاضرب عنقه) "یارسول اللہ اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے سو مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اس کی گردن ماردوں" نیز صحیح بخاری باب من نظر فی کتاب من یحذر علی المسلمین لیستبین امره میں یہ الفاظ ہیں (انه قد خان الله ورسوله والمومنین فدعنی فاضرب عنقه) "اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے مجھے اجازت دیجئے پس میں اس کی گردن ماردو گا" نیز صحیح بخاری باب ماجاء فی المتأولین میں یہ الفاظ ہیں (یا رسول الله قد خان الله ورسوله والمومنین دعنی فاضرب عنقه ، ثم قال فعاد عمر فقال: یا رسول الله قد خان الله ورسوله والمومنین دعنی فلاضرب عنقه) "یارسول اللہ اس نے اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے ساتھ خیانت کی ہے مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس کی گردن ماردوں راوی کہتا ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات دو مرتبہ کہی" ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار کی مسلمانوں کے خلاف مدد کرنا۔ ان کے لئے جاسوسی کرنا۔ اور ان کے ساتھ تعاون کرنا، یہ تمام امور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفر اور دین اسلام سے ارتداد اور اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے ساتھ خیانت شمار ہوتے تھے جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول سے مکمل طور پر واضح ہے۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تردید نہیں کی البتہ ان سے حاطب رضی اللہ عنہ کے عذر کی سچائی کو بیان کیا جیسا کہ فرمایا کہ "اس نے تم سے سچ کہا ہے" اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں (صدق لا تقولوا له الا خیرا) "اس نے سچ کہا تم اس کے لئے سوائے خیر کے اور کچھ نہ

کہو" ایک حدیث میں ہے کہ (انه قدم صدقكم) "اس نے تم سے سچ ہی کہا ہے" ایک حدیث کے الفاظ ہیں (فصدقه النبی ﷺ) "نبی ﷺ نے اسے سچا قرار دیا"۔

چوتھی وجہ: یہ ہے کہ حاطب رضی اللہ عنہ کا فعل مذکور فی الحقیقت تو کفر ہی ہے لیکن حاطب رضی اللہ عنہ نے کفر نہیں کیا کیونکہ اس کی نیت کفر کرنے کی نہ تھی جیسا کہ ان کے قول "اور میں نے ایسا اپنے دین سے کفر یا ارتداد کرتے ہوئے نہیں کیا" سے سمجھ میں آتا ہے اور پھر انہوں نے ایسا کرنے کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ قریش پر ایک احسان کر کے اس کے ذریعے مکہ میں موجود اپنے رشتہ داروں کی حفاظت چاہتے تھے لیکن اس کے باوجود حاطب رضی اللہ عنہ کے لئے یہ وجہ قابل قبول عذر نہ بن سکی اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کے لئے عذر بن سکتی ہے البتہ حاطب رضی اللہ عنہ چونکہ متأول (تاویل کرنے والا) تھے اس لئے ان سے کفر کی نفی ہو گئی۔ یہی وجہ کہ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری (8/634) میں فرماتے ہیں: "حاطب رضی اللہ عنہ نے جس عذر کو ذکر کیا تو انہوں نے ایسا تاویل کی بناء پر کیا کہ ایسا کرنے سے کچھ نقصان نہیں ہے"۔

پانچویں وجہ: ابن حجر فتح الباری (8/634) میں فرماتے ہیں: "طبری نے یہ قصہ حارث عن علی کے طریق سے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا (أليس قد شهد بدرا قال هل ولكنه قد نكث وظاهر اعدائك عليك) "کیا یہ بدر میں حاضر نہ تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں لیکن اس نے عہد شکنی کی اور آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد کی" ان الفاظ سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنا، ان کے ساتھ تعاون کرنا، عہد شکنی اور ارتداد اور کفر صریح ہے۔

چھٹی وجہ: حاطب رضی اللہ عنہ نے ہر موقع پر اپنی جان اور اپنے مال کے ذریعے اللہ کے رسول ﷺ کی مدد کی اور آپ کے ساتھ بدر، حدیبیہ وغیرہ تمام غزوات میں موجود رہے اس کے باوجود عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کہا کہ: "اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کی ہے" بلکہ ان کے اس فعل کو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد اور ان کے لئے جاسوسی قرار دیا جبکہ حاطب رضی اللہ عنہ نے ایسا اس گمان کی بناء پر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بہر صورت اپنے رسول ﷺ کی

مدد کرے گا اور اگر وہ مشرکین کو نبی علیہ السلام کی ان کے خلاف جنگ کی تیاری کی خبر کر بھی دیں تو اس سے اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچ سکے گا نہ ہی اس کے رسول کا کچھ بگڑے گا جیسا کہ ابن مردویہ نے یہ قصہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا اور پھر علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا معنی بیان کیا اور اس میں اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا (یاحاطب ما دعاك الى ما صنعت فقال یا رسول الله كان اهلی فیهم فکتبت کتابا لایضر الله ولا رسوله) ''اے حاطب تونے جو کیا اس پر تجھے کس نے آمادہ کیا انہوں نے کہا یارسول اللہ میرے گھر والے ان (مشرکین مکہ) کے درمیان رہتے ہیں لہٰذا میں نے خط لکھا جو اللہ اور اس کے رسول کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا'' نیز ابن شاہین اور بارودی اور طبرانی اور سمویہ نے زہری عن عروۃ عن عبدالرحمن بن حاطب (ان کے والد) اہل یمن سے ہیں یہ زبیر رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے اور بدر میں حاضر تھے جبکہ ان کے بیٹے اور بھائی مکہ میں تھے تو حاطب نے مدینہ سے قریش کے سرداروں کی طرف ایک خط لکھا جس میں وہ ان کے لئے خیر خواہی کر رہے تھے .... پھر مکمل حدیث ذکر کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے کہ حاطب t نے کہا(والله ما ارتبت فی الله منذ اسلمت ولکننی کنت امرا غریبا ولی مکة بنون واخوة............الحدیث) ''اللہ کی قسم جب سے مسلمان ہوا ہوں کبھی اللہ کے متعلق شک نہ کیا لیکن میں اجنبی شخص ہوں اور مکہ میں میری اولاد اور بھائی ہیں............ الحدیث'' اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ (فانزل الله تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ) ''پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کردیں اے ایمان والو!میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ............ الآیات''۔ نیز ابن مردویہ نے یہ حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں بھی آیات کے نزول کا تذکرہ ہے اور ابن شاہین نے یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے قوی سند سے روایت کی ہے۔[1]

[1] ملاحظہ ہو الاصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر العسقلانی 1/300 طبع دار صادر۔ حاطب بن ابی بلتعۃ کے حالات زندگی۔

تمام روایات کے مطابق خلاصہ یہ ہوا کہ حاطب رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی طرف وہ خط لکھ کر ان پر احسان کرنا چاہا تاکہ وہ ان کے گھر والوں کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں نیز انہوں نے ایسا کفر یا ارتداد یا نفاق کی بناء پر نہیں کیا بلکہ وہ سچے مومن تھے اور اس خط میں بھی انہوں نے اللہ کے رسول کو اللہ کا رسول ہی لکھا اور مشرکوں کو مشرک ہی لکھا ان تمام امور سے ان کی نیت اور ان کا مقصد واضح ہے اور نبی علیہ السلام نے بھی ان کی نیت کی بناء پر انہیں سچا قرار دیا اور انہوں نے اپنے اس فعل کی جو توجیہ اور تاویل کی کہ یہ خط اللہ اور اس کے رسول کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بہر حال اپنے رسول اور مومنوں کی مدد کرے گا ہی اس توجیہ کو بھی قبول کیا یہ تمام باتیں حقیقت کے اعتبار سے ہیں لیکن ظاہر کے اعتبار سے انہوں نے تو اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی تھی اور مشرکین کی خیر خواہی اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کی تھی اور یہ تمام کام صحابہ کفر ونفاق اور ارتداد شمار کرتے تھے، اسی لئے عمرt نے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے ان کے قتل کی اجازت چاہی لیکن اللہ کے نبی علیہ السلام نے حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے اجازت نہ دی بلکہ ظاہر کے اعتبار سے بھی ان کے بدری ہونے کا تذکرہ کر دیا اور ان کے متعلق سخت گفتگو کرنے سے سے منع فرمادیا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سخت تنبیہ نازل کر دی (حقیقت کے اعتبار سے حاطب رضی اللہ عنہ کا مشرکین کی طرف جھکاؤ نہ تھا۔ واللہ اعلم۔ از مترجم) لیکن جو شخص واقعتاً کفار کو اپنا دوست بنالے اور مومنوں کا دشمن بن جائے اور طاغوت کی مدد کرنے لگے اور مجاہدین کے خلاف جنگ میں ان کا بھرپور ساتھ دے اور طاغوت اسے مسلمانوں اور تحریکوں پر امریکی غلبے اور کنٹرول کے لئے استعمال کرے تو وہ کافر اور مرتد کیوں نہ ہو وہ تو بالاولیٰ اس بات کا مستحق ہے کہ اس پر کافر اور مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے۔

ساتویں وجہ: حاطب رضی اللہ عنہ نے جو خط مشرکین کی طرف لکھا اس کے الفاظ میں مشرکین کی کسی بھی طرح مدد نہ تھی اس خط کے الفاظ یہ تھے:

''اما بعد یا معاشر قریش فان رسول الله ﷺ جاءکم بجیش کاللیل یسیر کالسیل فوالله لو جاء کم وحده لنصره الله وانجز له وعده فانظروا لانفسکم والسلام۔''

''حمد وصلاۃ کے بعد اے قریش کی جماعت !اللہ کے رسول ﷺ تمہارے پاس رات کی مانند ایک لشکر لے کر آرہے ہیں جو سیلاب کی رفتار سے رواں دواں ہے اللہ کی قسم اگر وہ اکیلے ہی تمہارے پاس آجائیں تو اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا اور ان سے اپنا وعدہ ضرور نبھائے گا سو تم اپنی خیر مناؤ۔ والسلام''۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح نقل کیا ہے ملاحظہ ہو فتح الباری (7/521)اس خط کے الفاظ سے معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے مشرکین کی مسلمانوں کے خلاف کچھ مدد کی ہو لہٰذا یہ خط زیادہ سے زیادہ ایک نافرمانی شمار ہوگا اور اس نافرمانی کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے غزوہ بدر میں شریک ہونے کی بناء پر معاف فرمادیا۔

آٹھویں وجہ: حاطب رضی اللہ عنہ نے یہ نہ تو نفاق کی وجہ سے کیا نہ مسلمانوں کے خلاف کفار کی جاسوسی میں بلکہ یہ حیلہ ان پر احسان کرنے کے لئے اختیار کیا اور یہ فعل اپنی ذات کے اعتبار سے کفر شمار ہوگا لیکن حاطب رضی اللہ عنہ نے اسے کفر نہیں سمجھا تھا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے انہوں نے کہا کہ (وکان لی بین اظهرهم ولد واهل فصانعتهم علیه)''اور میری اولاد اور گھر والے ان کے (مشرکین مکہ) کے درمیان رہ رہے تھے لہٰذا میں اس بناء پر ان کے ساتھ جعلسازی/بناوٹ/حیلہ کیا''۔ نیز واقدی نے مرسل سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حاطب رضی اللہ عنہ نے سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ اور عکرمہ کی طرف لکھا کہ :''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں اعلان جنگ کردیا ہے اور میرے گمان میں وہ تمہارے علاوہ کسی اور کا ارادہ نہیں رکھتے لہٰذا میں نے مناسب جانا کہ تم پر میرا ایک احسان

ہو جائے "(فتح الباری: 7/521) نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے پیش کردہ عذر کو اس لئے قبول کیا تھا کہ وہ اس میں سچے تھے۔

دلیل نمبر 2 جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں:

(اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یبایع فقلت یا رسول اللہ ابسط یدك ابایعك واشترط علی فانت اعلم قال ابایعك علی ان تعبداللہ وتقیم الصلاۃ وتودي الزکاۃ وتناصح المسلمین وتفارق المشرکین)

"میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ بیعت لے رہے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ! ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور مجھ پر کوئی شرط رکھ دیں، آپ زیادہ جانتے ہیں ۔فرمایا: میں تجھ سے بیعت لیتا ہوں کہ تو اللہ کی عبادت کرے گا اور نماز قائم کرے گا اور زکاۃ ادا کرے گا اور مسلمانوں کی خیر خواہی کرے گا اور مشرکین سے الگ رہے گا"۔[1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مشرکین سے الگ رہنا فرض ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت لیتے وقت یہ شرط رکھتے تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مشرکین کسی طرح بھی مدد کرنا، اس شرط کو توڑ دیتا ہے اور اس کا اعتبار ختم کر دیتا ہے۔

دلیل نمبر 3 بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا:

(قلت یا نبی اللہ ما اتیتك حتی حلفت اکثر من عددھن لاصابع یدیہ الا آتیتك ولا اتی دینك وانی کنت امرا لا اعقل شیئا الا ما علمنی اللہ ورسولہ وانی اسالك بوجہ اللہ عزوجل بما بعثك ربك الینا قال بالاسلام قال قلت وما آیات

[1] مسند احمد: 4/365، سنن نسائی کبری: 7/148، سنن البیھقی: 9/13 علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے السلسلۃ الصحیحۃ: 2/230 حدیث نمبر 636۔

الاسلام قال ان تقول اسلمت وجهی الی اللہ عزوجل وتخلیت وتقیم الصلاۃ وتودی الزکاۃ کل مسلم علی مسلم محرم اخوان نصیران لا یقبل اللہ عزوجل من مشرک بعد ما اسلم عملا او یفارق المشرکین الی المسلمین)

"میں نے کہا یا نبی اللہ !میں آپ کے پاس آگیا ہوں اور اس سے پہلے میں اپنی انگلیوں کی تعداد کے برابر قسم اٹھاچکا ہوں کہ نہ تو آپ کے پاس آؤں گا نہ آپ کے دین کے پاس اور میں ایسا شخص تھا جسے کچھ معلوم نہ تھا مگر جو اللہ اور اس کے رسول نے مجھے سکھا دیا ہے اور میں آپ سے اللہ عزوجل کے چہرے کے واسطے سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے رب نے آپ کو ہماری طرف کس شئے کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسلام۔ کے ساتھ کہتے ہیں میں نے کہا: اور اسلام کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تو کہے میں نے اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا فرمانبردار کرلیا اور توسب سے الگ رہ (یعنی شرک اور شرکاء سے) اور تو نماز پڑھتا رہ اور توزکاۃ دیتا رہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان پر حرام کردیا گیا ہے دونوں بھائی ایک دوسرے کے مددگار ہیں اللہ عزوجل اسلام لانے کے بعد کسی شرک کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا یا وہ مشرکین سے جدا ہو کر مسلمانوں کی طرف آجائے"۔[1]

ہمارے موقف (یعنی طاغوت کے حامی اور مددگار بھی اسی کی طرح کافر اور مرتد ہیں) کی دلیل حدیث مذکور کے یہ الفاظ ہیں "اللہ عزوجل اسلام لانے کے بعد شرک کرنے والے کے کسی عمل کو قبول نہیں کرتا یا وہ مشرکین سے جدا ہو کر مسلمانوں کی طرف آجائے" ان سے معلوم ہوا کہ اسلام لانے کے بعد بھی اگر کوئی مشرکین سے الگ نہ ہو تو اللہ عزوجل اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا اور اس کے ایمان کے صحیح ہونے کی شرط ہی یہ ہے کہ وہ مشرکین سے الگ ہو کر مسلمانوں سے آملے جبکہ کفار کی مدد کرنے یا قول یا فعل کے ذریعے ان کے ساتھ تعاون کرنے سے یہ اصول پاش پاش ہو جاتا ہے۔

---

[1] مسند احمد :5/4، سنن النسائی:1/358، مستدرک حاکم:4/600 اسے امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور علامہ البانی نے اسے سلسلۃ الصحیحۃ میں حسن قرار دیا ہے 1/99 حدیث نمبر 369۔

دلیل نمبر 4 جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

(ان رسول اللہ ﷺ بعث سریة الی خثعم فاعتصم ناس بالسجود فاسرع فیھم القتل فبلغ النبی ﷺ فامر لھم نصف العقل وقال انی بری من کل مسلم یقیم بین اظھر المشرکین قالوا یا رسول الله ولم؟ قال لا ترایا ناراھما)

"اللہ کے رسول ﷺ نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تو لوگ سجدوں کے ذریعے پناہ مانگنے لگے لہٰذا ان میں بڑی تیزی سے قتل کیا گیا، پھر یہ بات نبی ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے ان کے لئے نصف دیت کا حکم دیا اور فرمایا میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہ رہا ہو، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کس لئے؟ فرمایا: وہ دونوں ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھ سکیں"۔[1]

اس حدیث کے مطابق مشرکین کے درمیان رہنے والے مسلمان تک سے رسول ﷺ نے بری الذمہ ہونے کا اعلان فرمادیا، توجو مسلمانوں کے خلاف ان کا معاون ومددگار ہو اس سے کیونکر بری الذمہ نہ ہوں گے؟ اس کا حکم تولامحالہ اس سے بھی زیادہ شدید ہوگا۔

دلیل نمبر 5 سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(لاتساکنوا للمشرکین ولا تجامعوھم فمن ساکنھم او جامعھم فھو مثلھم)

[1] ترمذی کتاب السیر باب ماجاء فی کراھیة المقام بین اظھرالمشرکین:4/132-133حدیث نمبر1604،ابوداؤد کتاب الجھاد باب النھی عن قتل من اعتصم بالسجود:3/46حدیث نمبر2645اس کی سند صحیح ہے۔

"مشرکین کے ساتھ مت رہو نہ ان کے ساتھ اکھٹے ہو جو ان کے ساتھ رہا یا اکھٹا ہوا وہ انہی کی طرح ہے"۔[1]

اس حدیث کے مطابق ان کے ساتھ محض رہنے اور اکٹھا ہونے والا ان کی طرح ہے توجو مسلمانوں کے خلاف ان کا معاون و مددگار ہو اور جاسوس ہو وہ بالاولیٰ ان کی طرح کافر ہوا۔

(مترجم کہتا ہے کہ: جو حکام یہود و نصاریٰ وہنود و مجوس کفار سے دوستیاں کرتے ہیں اور مسلمان مجاہدین سے نفرت کرتے ہیں اور انہیں اپنا اور اپنے وطن کا دشمن قرار دیتے ہیں اور ان کے جہاد کو فساد سے تعبیر کرتے ہیں اور اللہ کے نازل کردہ دین اور قوانین کے مطابق فیصلہ جات نہیں کرتے بلکہ اپنے بنائے ہوئے قوانین کو محترم جانتے ہیں اور انہی کے مطابق حکومت اور فیصلہ جات کرتے ہیں اور انہیں ہی نافذ بھی کرتے ہیں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دیتے ہیں اور اگر مسلم عوام ان سے نفاذ شریعت کا مطالبہ کرے تو اس مطالبے کو صرف اپنے کافر دوستوں کو خوش رکھنے کے لئے مسترد کر دیتے ہیں اور اگر کوئی اس مطالبے کو منوانے کے لئے تحریک چلائے تو اسے بغاوت قرار دیکر کچل ڈالتے ہیں اور اگر کبھی کوئی قانون شریعت کے مطابق نافذ بھی کرتے ہیں تو وہ بھی اس لئے نہیں کرتے کہ کتاب اللہ کا حکم یہی ہے بلکہ وہ بھی اس لئے کرتے ہیں کہ ان کا دستور اور قانون اس کی اجازت دے رہا ہوتا ہے گویا وہ شرعی حکم کو تابع اور ماتحت کی حیثیت سے لیتے ہیں جبکہ فوقیت پھر بھی ان کے دستور اور قانون کو ہی حاصل ہوتی ہے، تو ایسے حکام کے "طاغوت" ہونے میں کوئی بھی مسلمان شک نہیں کر سکتا اور وہ تمام لوگ جو اس ظلم اور کتاب اللہ اور سنت رسول سے بغاوت پر ان کا کسی بھی طرح معاون یا مددگار ہو مثلاً اراکین پارلیمنٹ، اراکین قومی وصوبائی اسمبلی، وزیر مشیر، ججز، وکلاء فورسز، قانون نافذ کرنے والے ادارے، اس قانون کی حفاظت کرنے والے ادارے وغیرہ وغیرہ یہ تمام طاغوت کے حامی اور معاون ہونے کی بناء پر اسی حکم میں داخل ہو گئے جو خود طاغوت کا حکم ہے کیونکہ المرء مع من احب "ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے" اور طاغوت کا حکم یہ ہے کہ اس

[1] ترمذی کتاب السیر باب ما جاء فی کراھیۃ المقام بین اظھر المشرکین: 4/133 حدیث نمبر 1605۔

کے ساتھ کفر کیا جائے جیسا کہ سورۃ بقرۃ کی آیت نمبر 256 سے واضح ہے نیز ایسے حکام کو معزول کرنا واجب ہے اگر اس کی استطاعت ہو اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے حکام کے خلاف خروج واجب ہے اگر اس کی استطاعت ہو اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ان کے خلاف خروج کی تیاری یعنی اعداد اس وقت تک واجب ہے جب تک خروج یعنی بغاوت کی استطاعت وصلاحیت حاصل نہ ہو جائے پھر خروج واجب ہے نیز استطاعت یا عدم استطاعت ہر دو صورتوں میں ان حکام سے براءت اور عداوت کا اظہار کرنا اور ان سے نفرت کرنا ہر حال میں واجب ہے اور یہ ہر ایک پر بلا تمیز واجب ہے۔" ولیس وراء ذلك حبة خردل من الایمان۔ "اس کے بعد رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ نیز مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے سنت سے صرف پانچ دلائل پر اکتفاء کیا اگرچہ ماننے والے کے ایک دلیل بلکہ ہلکا سا اشارہ بھی کافی ہوتا ہے پھر بھی ان پانچ دلائل کے علاوہ اور بھی بہت سے احادیث ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کے طاغوت کے ساتھ ساتھ اس کا حامی اور معاون بھی کافر و مرتد ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے اور وہ ان سے بری ہیں مثلاً سنن نسائی کتاب البیعة باب من لم یعن امیرا علی الظلم میں کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو کیا تم نے سنا ہے کہ میرے بعد حاکم آئیں گے جو ان کے پاس آیا پھر ان کے جھوٹ کو سچ مانا اور ان کے ظلم پر ان کے ساتھ تعاون کیا وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں اور وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آسکے گا اور جو ان کے پاس نہ آیا نہ ہی ان کے جھوٹ کو سچ جانا اور نہ ہی ان کے ظلم پر ان کے ساتھ تعاون کیا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور عنقریب وہ میرے پاس حوض کوثر پر آئے گا۔ از مترجم)

ثالثاً: اجماع سے

کافروں کو دوست بنانے اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنے والے کے کفر پر بعض علماء نے اجماع نقل کیا ہے:

1 **امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ** المحلیٰ بالآثار 11/138 میں فرماتے ہیں: صحیح طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَ مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ۔[1]

"اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہے"۔

اپنے ظاہری معنی پر ہے یعنی وہ کافر ہے کافروں میں سے ہے اور یہ بات حق ہے اس کے حق ہونے میں دو مسلمان بھی آپس میں اختلاف نہیں رکھتے۔

2 **علامہ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن آل شیخ رحمۃ اللہ علیہم** کفار سے دشمنی رکھنے کے واجب ہونے کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"تو جو ان کی مدد کرے یا انہیں مسلمانوں کے ملکوں میں کھینچ لائے اور ان کی تعریفیں کرے یا انہیں مسلمانوں سے زیادہ معتدل (عدل کرنے والا) قرار دے اور ان کے علاقوں ،رہائشگاہوں اور ان کی دوستی اوران کے غلبے کو پسند کرے اسکے متعلق کیا ہو سکتا ہے اس کے صریح ارتداد ہونے پر سب کا اتفاق ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالۡاِیۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخَاسِرِیۡنَ۔ "اور جو ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس کے اعمال برباد ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں سے ہو گا"۔[2]

3 **فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ** نے فرمایا:

---

[1] المائدۃ:51

[2] الدرر السنیۃ: 8/326

”اور تولّی یعنی ان کی عزت کرنا، ان کی تعریف کرنا۔ ان کی مسلمانوں کے خلاف مدد اور معاونت کرنا، اور ان کے ساتھ زندگی بسر کرنا، اور ان سے براءت کا اظہار نہ کرنا تو یہ کام کرنے والا مرتد ہے اس پر مرتد کے احکام لاگو کرنا واجب ہے جیسا کہ کتاب وسنت اور ائمہ ہدی کے اجماع سے ثابت ہے“۔[1]

4 **الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ** (سابق مفتی اعظم سعودیہ) نے فرمایا:

”علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ جو مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرے اور کسی بھی طرح ان کو سہارا دے تو وہ انہی کی طرح ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔[2]

”اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ انہی کی طرح ہے بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا“۔[3]

مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد اور معاونت اور ان سے دوستی کرنے والے کے مرتد ہونے سے متعلق ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال

1 **حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ** فتح الباری 13/ 61 میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مرفوع کہ (اذا انزل اللہ بقوم عذابا اصاب العذاب من کان منھم ثم بعثوا علی اعمالھم) ”جب اللہ کسی

[1] الدرر السنیة: 15/479

[2] المائدة: 51

[3] فتاوی بن باز رحمۃ اللہ علیہ 1/274

قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو اس قوم کے ہر فرد تک وہ عذاب پہنچتا ہے پھر انہیں ان کے اعمال کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں اور ظالموں سے بھاگ جانا مشروع ہے کیونکہ ان کے ساتھ رہنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ وہ ان کے افعال سے نہ تو خوش ہو نہ ہی ان کے ساتھ تعاون کرتا ہو اور اگر وہ ان کے افعال سے راضی ہو اور ان کے ساتھ تعاون کرتا ہو تو وہ انہی میں ہے''۔

2 **فضیلۃ الشیخ عبدالباری اہدل** اپنی کتاب ''السیف البتار علی من یوالی الکفار ویتخذھم من دون الله ورسوله ﷺ والمومنین انصار'' کے صفحہ 175 پر فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔[1]

''آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے حتیٰ کہ آپ کو اپنے آپس کے اختلاف میں حاکم مان لیں پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے تنگی محسوس نہ کریں اور مکمل طور پر تسلیم کرلیں''۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ ہم کفار کو کسی صورت میں بھی دوست نہیں بناسکتے اب جو اس کے اس فیصلے کی خلاف ورزی کرے وہ مومن کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اللہ نے اس سے ایمان کی نفی کردی اور انتہاء درجے کی تاکیدی نہی لے کر آیا اور اوپر سے اس پر قسم بھی اٹھائی۔

[1] نساء:65

3 **شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ** رحمۃ اللہ علیہ مجموع الفتاویٰ(28/530)میں تاتاریوں کے معاونین کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جو بھی ان کی (تاتاریوں)یعنی ان کے امیر لشکر یا دیگر امراء کی طرف بڑھے گا تو ان دونوں کا حکم ایک ہے اور وہ اپنے انحراف کے مطابق دین اسلام سے مرتد شمار ہو گا اور سلف صالحین نے تو منکرین زکاۃ کو مرتد قرار دیا جبکہ وہ روزے رکھتے اور نماز پڑھتے تھے اور مسلمانوں سے لڑتے بھی نہ تھے تو جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے جا ملے مسلمانوں سے لڑنے والا بن جائے اس کا کیا حکم ہو سکتا ہے؟"۔

6 **امام ابن القیم الجوزی** رحمۃ اللہ علیہ احکام اہل الذمہ(1/195)میں فرماتے ہیں:

"اللہ سبحانہ نے فیصلہ فرمادیا اور اس کے فیصلے سے بہتر فیصلہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہود ونصاریٰ کو دوست بنانے والا انہیں میں سے ہو گا"۔

7 **فضیلۃ الشیخ محمد امین الشنقیطی** رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں کفار سے دوستی سے روکنے والی چند آیات ذکر کیں اور پھر فرمایا:

"ان آیات کے ظاہری معانی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو جان بوجھ کر اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے کافر سے دوستی کرے اور ان میں رغبت رکھے وہ انہی کی طرح کافر ہے"۔[1]

خلاصہ: یہ ہوا کہ کفار کے حامی ومددگار لامحالہ کافر ہیں کیونکہ اپنے قول وفعل کے ذریعے کافر اور مرتد حکام کی مدد کرتے ہیں اور ایسا کرنے والا مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنے والا شمار ہوتا

[1] تفسیر اضواء البیان:2/111

ہے نیز ائمہ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد کرنا اور انہیں غالب کرنا نواقض اسلام (وہ امور جو اسلام کو توڑ ڈالتے ہیں اور ان کا اعتبار ختم کر دیتے ہیں) میں سے ہے جیسا کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب النجدی رحمۃ اللہ علیہ نے "نواقض اسلام" ذکر کرتے وقت بیان کیا ہے ملاحظہ ہو (الدررالسنیۃ:10/92)۔

نیز فرمایا:

"جان لو کہ اللہ اور اس کے رسول اور اہل علم کے کلام میں "ایسے نیک مسلمان جو اللہ کے ساتھ شرک کر بیٹھے یا مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ مل جائے اگرچہ خود شرک نہ بھی کرے" کے کافر ہونے کے اس قدر دلائل ہیں جو شمار نہیں کئے جاسکتے۔[1]

نیز فرماتے ہیں:

"کفر سے راضی ہونا بھی کفر ہے علماء نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے اور کفار سے دوستی کرنا بھی کفر ہے"۔[2]

کیا اس مسئلہ میں مجبوری کا عذر قابل قبول ہے؟

سوال: کیا اس مسئلے یعنی طاغوت کی حمایت ومدد کرنے کے سلسلے میں زبردستی یا مجبوری کا دعویٰ قابل قبول ہے؟ خاص طور پر جبکہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کی مدد اور حمایت اس لئے کی کہ انہوں نے ہمیں مجبور کیا لہٰذا طاغوت کی حمایت ومدد کرنے کے لئے وہ مجبوری کو عذر بناتے ہیں۔

[1] الدررالسنية:10/8

[2] الدررالسنية:10/38

جواب: ہم کہتے ہیں :اس مسئلے میں یعنی طاغوت کی مدد وحمایت کے سلسلے میں مجبوری کا عذر غیر شرعاً غیر معتبر اور ناقابل قبول ہے کیونکہ توحید طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کے ذریعے ہی ثابت ہوتی ہے اور طاغوت کے ساتھ کفر اس وقت تک ثابت نہیں ہو تا جب تک اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کو دوست نہ بنایا جائے اور قول وفعل کے ذریعے محض انہی سے محبت اوران کی مدد نہ کی جائے اور جس قدر ممکن ہو ان کی خیر خواہی نہ چاہی جائے ایسے ہی ایمان اور توحید سے متعلق دیگر مسائل ،اقوال وافعال کو اختیار نہ کرلیا جائے ۔طاغوت کے ساتھ کفر کی حقیقت یہ ہے کہ کفر اور کافروں سے براءت اختیار کی جائے ان سے اور ان کے دین اور عقیدے سے نفرت کی جائے اور ظاہر اور باطن ہر طرح ان سے مکمل طور پر الگ ہو جایا جائے اوران کی طرف معمولی سا بھی جھکاؤ نہ ہو اورانہیں پسند نہ کیا جائے اور ظاہر وباطن ہر اعتبار سے ان کی مشابہت اختیار کرنے سے بچا جائے اور ان کی شرعی اعتبار سے مکمل مخالفت کی جائے اور ان کی نہ مدد کی جائے نہ حمایت اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد یا حمایت سے مکمل اجتناب کیا جائے اور جان ،مال اور زبان کے ذریعے ان کے خلاف جہاد جاری رکھا جائے ایسے ہی اللہ کے لئے دوستی اور دشمنی کے تمام تقاضوں کو پورا کیا جائے۔

محدث ابو الوفاء ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ:

”اگر تم اہل زمان میں اسلام کی قدرومنزلت جاننا چاہتے ہو تو مساجد میں ان کی بھیڑ اور میقات میں ان کی لبیک کی صداؤں پر مت جاؤ بلکہ دشمنان دین سے ان کی ہم آہنگی کی طرف توجہ کرو“۔[1]

[1] الآواب الشرعیۃ لابن مفلح:1/268،نیز ملاحظہ ہو نواقض الایمان القولیہ والعملیہ از عبدالعزیز بن محمد بن عبداللطیف ص:360

علاوہ ازیں جسے مسلمانوں کے لڑنے پر مجبور کر دیا جائے اس کے لئے پھر بھی جائز نہیں کہ وہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شریک ہو کیونکہ اس کی جان اللہ کے نزدیک مجاہدین فی سبیل اللہ سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی جن کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ.......الآیۃ۔[1]

”اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے بدلے میں خرید لئے ہیں کہ ان کے لئے جنت ہو گی وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں....الآیۃ“۔

اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ خود کو نقصان سے بچانے کی خاطر دوسرے مسلمان کو نقصان میں مبتلا کر دے اور علماء اصول نے یہ اصول بتایا ہے کہ الضرر لایزال بمثلہ ”نقصان کو اس جیسے نقصان کے ذریعے زائل نہیں کیا جا سکتا“۔

چنانچہ جب ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے قتل پر مجبور کر دیا جائے تو اس کے لئے اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے تو جو مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہو اس کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کیونکہ کسی مسلمان کے لئے مجبوری کی بناء پر مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی صفوں میں محض شریک ہونا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ لڑائی جائز ہو جائے کیونکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے عام حالات میں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے قتل پر مجبور کر دیا جائے۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں ”شرح السیر الکبیر (4/1517) میں فرماتے ہیں:

[1] التوبۃ:111

”اور اگر وہ کفار ان (مسلمانوں) سے کہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑو وگرنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے تو ان کے لئے مسلمانوں سے لڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تو مسلمانوں پر بعینہ حرام ہے لہٰذا قتل کی دھمکی کی بناء پر اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسے اگر کوئی مسلمان سے کہے کہ اس مسلمان کو قتل کر دے وگرنہ میں تجھے قتل کر دوں گا اسی طرح اگر کفار مسلمانوں کو دھمکی دے کر کہیں کہ ہماری صفوں میں شامل ہو جاؤ لیکن پھر وہ مسلمانوں سے لڑائی بھی نہ کریں اس صورت میں مجھے امید ہے کہ گنجائش ہے کیونکہ اس صورت میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کچھ کیا نہیں ہے لہٰذا یہ ظلم نہیں ہو گا اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ مشرکین کی صفوں میں شامل ہو کر انہوں نے مسلمانوں کی نگاہ میں مشرکین کی تعداد میں اضافہ کر دیا تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی مسلمان کو جان کی دھمکی دے کر دیگر مسلمانوں کے مال چھیننے پر مجبور کر دیا جائے اور اگر مسلمانوں کو مشرکین سے اپنی جانوں کا خوف نہ ہو تو ان کے لئے ان کے ساتھ ان کی صفوں میں شامل ہونا بھی جائز نہیں اگرچہ مشرکین اس پر مجبور کریں کیونکہ ایسا کرنے میں دیگر مسلمانوں کو خوفزدہ کرنا اور انہیں مرعوب کرنا اور انہیں منتشر کرنا لازم آتا ہے اور کسی مسلمان کے لئے بلاضرورت ایسا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے“۔

میں کہتا ہوں: شرعی اعتبار سے ضرورت کے وقت بھی ایسا کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسا کرنے میں اس سے بڑے نقصان کا خطرہ ہے یعنی کسی مسلمان کا کافروں کے لشکر میں مل جانا اور طاغوت کی مدد کرنا اور اس کے لئے لڑنا یہ خود اس مسلمان کے قتل یا قید یا پٹائی وغیرہ سے زیادہ بڑا نقصان ہے اسی لئے شریعت مطہرہ اس جیسی ضرورت یا مجبوری کا اعتبار نہیں کرتی کیونکہ ایسا کرنے میں بہت سے دنیاوی اور دینی نقصانات ہوتے ہیں۔ اس کی دلیل صحیح بخاری کتاب المغازی باب شہود الملائکہ بدرا کی یہ حدیث ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا کہ ہمیں انس بن مالک نے بیان کیا کہ: ”انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی اور کہا (ائذن لنا فلنترك لابن اختنا عباس

فداء ہ قال واللہ لا تذرون منہ درھما) ”آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑدیں آپ نے فرمایااللہ کی قسم تم اس کاایک درہم بھی نہ چھوڑو“[1]

حافظ ابن حجر اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ”عباس سے عباس بن عبد المطلب مراد ہیں اور ان کی ماں انصاریہ نہ تھیں بلکہ ان کی دادی یعنی عبد المطلب کی ماں انصاریہ تھیں لیکن انہوں نے عباس کی دادی کو بہن کہا کیونکہ وہ انہی کی قوم سے تھیں اور عباس کو ان کا بیٹا کہا کیونکہ وہ ان کی دادی تھیں اور ان کا نام سلمی بنت عمرو بن زید بن لبید ہے وہ بنی عدی بن نجار سے پھر بنی خزرج سے تھیں جبکہ عباس کی والدہ کا نام نتیلہ بنت جناب ہے جو کہ تیم اللات بن نمر بن قاسط کی اولاد سے ہیں۔ کرمانی کو وہم ہوا لہٰذا اس نے کہا کہ عباس بن عبد المطلب کی والدہ انصاریہ تھیں اور یہ بات انہوں نے انصاریوں کے ظاہری قول ”ہمارے بھانجے“ کی بناء پر کہی ہے جبکہ حقیقت وہ نہیں جو انہوں نے سمجھی بلکہ اس سے بڑھ کر ہے جیسا کہ میں نے وضاحت کی ہے۔[2]

یہ عباس رضی اللہ عنہ وہی ہیں جو مکہ میں مسلمان ہو چکے تھے مشرکین مکہ انہیں اور ان کے ساتھ کچھ اور مسلمانوں کو بھی غزوہ بدر میں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے زبردستی اپنے ساتھ لائے تھے جیسا کہ مسند احمد 89 / 1 حدیث نمبر 676 میں عبد اللہ بن احمد اپنے والد احمد بن حنبل سے ”وجادۃ“(علماء مصطلحین کی ایک مخصوص اصطلاح یعنی اپنے والد کی لکھی ہوئی کتاب سے)روایت کرتے ہیں کہ علی tنے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے دن فرمایا (من استطعتم ان تاسروا من بني عبدالمطلب فانھم خرجوا کرھا ولم یعذرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل امر باسرھم وکان منھم العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اسرہ ابو الیسر) ”تم میں کون ہے جو عبد المطلب کی اولاد کو قید بنائے کیونکہ انہیں زبردستی لایا گیاہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر نہ مانا بلکہ انہیں قید کرنے کا حکم دیا اور ان میں عباس

[1] فتح الباری:7/321حدیث نمبر4 018

[2] فتح الباری:7/322

بن عبد المطلب بھی شامل تھے انہیں ابو یسر نے قیدی بنایا"۔ اس حدیث کے مطابق نبی ﷺ نے اپنے چچا عباس کے ساتھ کفار والا معاملہ کیا جبکہ وہ مسلمان تھے اور مکہ کے کمزور لوگوں میں سے تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا:

(یا عباس افد نفسك وابن اخويك عقيل بن ابي طالب ونوفل بن الحارث وحليفك عتبة بن عمرو فانك ذو مال قال انی کنت مسلما ولكن القوم استكرهوني قال الله اعلم بما تقول ان كنت ما تقول حقا ان الله يجزيك ولكن ظاهر امرك انك كنت علينا)

"اے عباس اپنا اور اپنے بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ دو تم مالدار ہو انہوں نے کہا میں تو مسلمان تھا او رلوگ مجھے زبردستی لائے ہیں آپ نے فرمایا اللہ ہی جانتا ہے جو تم کہہ رہے ہو اگر تم جو کہہ رہے ہو سچ ہے تو اللہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور بظاہر تو تم ہمارے خلاف ہی آئے تھے"۔[1]

اس حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان "بظاہر تو تم ہمارے خلاف ہی آئے تھے" اس بارے میں صریح ہے کہ جو مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ آئے گا وہ اس کے ساتھ کفار والا معاملہ ہی کیا جائے گا اور اس کا اور کفار کا ایک ہی حکم ہو گا وہ ان کی طرح کافر ہی شمار ہو گا لہٰذا وہ لشکر اور فوجی جو طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں ان پر بھی مرتد ہونے کے احکام جاری ہوں گے جو مرتد حکام پر جاری ہوتے ہیں وہ یقینا انہی کی طرح کافر ہوں گے اور عباس t کا مذکورہ واقعہ اس بات کی انتہائی واضح دلیل ہے۔ واللہ الموفق للصواب۔

[1] فتح الباری: 7/322

کسی مسلمان کے لئے حالت مجبوری اور زبردستی میں بھی مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھ مل کر لڑنا جائز نہیں ہے اس سلسلے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ گفتگو کی ہے مجموع الفتاویٰ (28/539-540) میں فرماتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ فتنہ کے دور میں جب کسی کو لڑائی پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اپنا ہتھیار خراب کر دے اور صبر کرے حتیٰ کہ اسے مظلوماً قتل کر دیا جائے تو جسے اسلامی قوانین سے باغی جماعت کے ساتھ مل کر لڑنے پر مجبور کر دیا جائے اس کے لئے لڑنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ جیسے منکرین زکوٰۃ اور مرتدین وغیرہ کے ساتھ اور اگر اسے لڑنے کے لئے زبردستی لے آیا جائے تو بلاشبہ اس پر واجب ہے کہ وہ نہ لڑے اگرچہ اسے مسلمان قتل کر دیں جیسا کہ اگر اسے کفار مجبور کریں کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی صفوں میں شامل ہو یا جیسا کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کو بے قصور مسلمان کو قتل کرنے پر مجبور کرے تو اس کے لئے اس مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ اسے قتل کی دھمکی دے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کیونکہ اس بے قصور مسلمان کے قتل کے بدلے اس کی جان کی حفاظت اہم نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس ہے (یعنی اس بے قصور مسلمان کی جان کی حفاظت اس مجبور کے قتل سے بڑھ کر ہے) لہٰذا اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس معصوم پر اس کی موجودگی میں ظلم کیا جائے اور پھر یہ اسے اپنی جان بچانے کے لئے قتل کر دے بلکہ اگر اس نے ایسا کر دیا تو اکثر علماء کے نزدیک مجبور قاتل اور قتل پر مجبور کرنے والے دونوں سے قصاص لینا واجب ہے جیسا کہ امام احمد، امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ایک قول ہے اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف مجبور کرنے والے سے قصاص لینا واجب ہے امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قصاص کے بجائے دیت فرض ہے۔

نیز ''منهاج السنة النبوية في نقض الكلام الشيعة القدرية''(5/121-122)میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ موقف اختیار کیاہے کہ مسلمانوں سے مقابلے کے لئے مشرکین کی صفوں میں شامل ہو کرنے آنے والا کافر ہے اگرچہ مجبور کیاگیاہو اور بظاہر اس کا وہی حکم ہو گا جو کفار کا ہے البتہ بروز قیامت اسے اس کی نیت کے مطابق دوبارہ زندہ کیاجائے گا چنانچہ فرماتے ہیں:

''بسا اوقات جب وہ (کفار) لڑتے ہیں تو ان میں بعض مومن بھی ہوتے ہیں جو اپنا ایمان چھپاتے ہیں اور ان کے ساتھ مل کر لڑنے کے لئے آتے ہیں اور ان کے لئے ہجرت کرنا ممکن نہیں ہوتا اور انہیں لڑنے پر مجبور کیاگیاہوتاہے (ایسا شخص اگر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کر دیاجائے تو اس کا حکم ظاہر کے مطابق ہو گا البتہ) اسے بروز قیامت اس کی نیت کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(يغزو جيش هذا البيت فبينماهم ببيداء من الارض اذ خسف بهم فقيل يا رسول الله وفيهم المكره فقال يبعثون على نياتهم)''اس گھر (خانہ کعبہ) پر ایک لشکر حملہ آور گا ابھی وہ بیداء مقام پر ہی ہوں گے کہ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا کہا گیا یارسول اللہ ان میں مجبور بھی ہوں گے فرمایا انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیاجائے گا''۔یہ ظاہر کے مطابق ہے اگر اسے قتل کر دیاجائے تو اس پر وہی حکم لگایاجائے گا جو کفار پر لگایاجاتاہے پھر اللہ اسے اس کی نیت کے مطابق دوبارہ زندہ کرے گا جیسا کہ منافقین کے لئے ظاہر کے مطابق اسلام کا حکم لگایا جاتا ہے لیکن بروز قیامت انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیاجائے گا تو بروز قیامت بدلہ دیتے وقت صرف ظاہر نہیں بلکہ دل کا بھی اعتبار ہو گا اسی لئے مروی ہے کہ عباس نے کہا یارسول اللہ میں تو مجبور کیا گیا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(اما الظاهر فكان علينا واما سريرتك فالى الله)''ظاہر ہمارے ذمہ ہے اور باطن تو وہ اللہ کے''نیز مجموع الفتاویٰ(19/224-225)میں یہی کلام ایک بار پھر لایا گیاہے۔

خلاصہ: یہ ہے کہ جو بھی کفار کی صف میں شامل ہو کر لڑے یا طاغوت کی صفوں میں ضم ہو جائے یا قول و فعل کے ذریعے ان کی مدد کرے اس کے متعلق شرعی حکم یہی ہے کہ وہ کافر ہے اور یہ حکم صرف اس شخص پر جاری نہ ہو گا جو کفار و مشرکین کی صفوں میں شامل ہو کر لڑے بلکہ ہر اس شخص پر جاری ہو گا جو مرتد حکام کی قول و فعل کے ذریعے مدد اور حمایت کرے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو دارالکفر یا دارالحرب میں اپنے اختیار سے چلا جائے اور پھر مسلمانوں سے لڑے چنانچہ فرماتے ہیں:

”اگر وہ وہاں جاکر مسلمانوں سے جنگ کرے اور کفار کی خدمت سرانجام دے یا ان کا کاتب بن جائے تو وہ کافر ہے اور اگر وہاں صرف دنیاوی غرض سے قیام پذیر ہو اور کفار کی نگاہ میں وہ ایک بے ضرر انسان ہو اور وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی سرزمین میں چلے جانے پر بھی قادر ہو تو وہ کفر سے زیادہ دور نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس کا کوئی عذر مقبول نہیں ہے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلب گار ہیں.........اور جو قرامطہ کے وطن میں اپنی مرضی سے رہ رہا ہو وہ بھی بلاشبہ کافر ہے کیونکہ قرامطہ نے کفر کا اور اسلام کو چھوڑ دینے کا اعلان کر دیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک.........اور اگر کوئی کافر مسلمانوں کے علاقوں میں سے کسی علاقے پر قابض ہو گیا اور مسلمانوں کو ان حال پر برقرار رکھا البتہ اس علاقے کے کنٹرول کا اکیلا مالک بن گیا اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا علانیہ پیروکار ہو تو اس کے ساتھ رہنے والا اور تعاون کرنے والا ہر شخص کافر ہے اگرہ بزعم خود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔[1]

میں کہتا ہوں: امام صاحب کی اس گفتگو پر غور کیجئے انہوں نے کس شاندار طریقے سے فیصلہ کیا کہ جو کافروں کی مدد کرے خواہ ان کی خدمت کر کے یا ان کا کاتب بن کر وہ متعین طور پر کافر ہے یہی بات

---

[1] المحلیٰ بالآثار:12/126

ہم کہتے ہیں کہ جو مرتد حکام کی زبانی مدد کرے وہ کافر ہے مثلاً رائٹرز یا صحافی یا رپورٹرز جو ان طاغوتوں کا دفاع کرتے ہیں جبکہ وہ اللہ اور دین اسلام سے دشمنی کا اعلان کرتے ہیں اور بلاوجہ اور بلاضرورت یہود ونصاریٰ کو دوست بناتے ہیں اور دہشت گردی (جبکہ دہشت گردی سے وہ اسلام اور حاملین شریعت اور خاص طور پر جہادی تحریکیں مراد لیتے ہیں) کے خلاف جنگ میں امریکی صلیبی کے ماتحت بین الاقوامی برادری میں شمولیت کا اعلان کرتے ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر وہ گروہ جو اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان سے دشمنی کرے اور بظاہر شرعی پابندیوں سے رک جائے اور اللہ کے قانون کے بدلے اپنے بنائے ہوئے کفریہ دستور یا قانون کے مطابق فیصلے کرے اس گروہ کے تمام افراد کا وہی حکم ہے جو اس کے قائدین یا راہنماؤں کا ہے۔

یہ جان لینے کے بعد ہر مسلمان کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ان مرتد حکام کا لشکر اور گروہ بہت سے مرتدوں پر مشتمل ہے جن میں قومیت کے داعی بھی ہیں مثلاً بعث پارٹی یا ناصری نیز کمیونزم کے داعی بھی ہیں مثلاً سوشلسٹ اور سیکولر بلکہ ان کے گروہ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو وطنیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور خود کو وطن پرست کہتے ہیں جبکہ یہ دور جاہلیت کا دعویٰ ہے اور اکثر ممالک میں ان کا گروہ بعض یہودیوں اور عیسائی اقوام پر مشتمل ہے مثلاً جو لوگ خود کو عرب کے یہودی یا عرب کے عیسائی کہتے ہیں جیسے شام، عراق، مصر اور سوڈان کے عیسائی اور اس گروہ کے بعض لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور یہ اکثریت میں بھی ہیں لیکن ان میں چند ایک ہی نمازیں پڑھتے ہیں یہ سب گروہ اور افراد مجموعی طور پر اسلام کے خلاف نہیں لڑتے لیکن اللہ کی راہ میں بھی نہیں لڑتے نہ ہی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں بلکہ ان کی لڑائی جاہلی کفری مقاصد کے لئے ہوتی ہے مثلاً کفریہ نظام کی حمایت میں اور مرتد حاکم اور اس کی حکومت کے لئے لڑنا جو اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتی ایسے ہی ہر اس شخص کے خلاف لڑنا جو ایسے حاکم کے خلاف بغاوت کرے اگرچہ وہ مجاہد ہو اور اللہ کی شریعت کے تقاضوں کے مطابق باغی ہو نیز یہ لوگ مرتد حکام کی جانب سے جاری کردہ ان قوانین کے نفاذ میں ذرا بھی تردد نہیں

کرتے جو مسلمانوں کے قلع قمع اور ان کی سرکوبی اور ہر اس شخص کے استیصال کے لئے جاری کئے جاتے ہیں جو شریعت کی حاکمیت کی بات کرے اور وہ یہ سب کرنے میں تردد اس لئے نہیں کرتے کیونکہ وہ مرتد حاکم ان کے نزدیک امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کی طرح ہوتا ہے۔

ان لوگوں اور گروہوں کی مجموعی حالت پر غوروفکر کیا جائے تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی جانوں اور مالوں اور عزتوں کی حرمت کی پرواہ نہیں کرتے الا یہ کہ ان کا مرتد حاکم انہیں اس بات کا حکم دے اور نہ ہی وہ سابقہ امور سے باز آتے ہیں لیکن جب ان کا مرتد حاکم انہیں اس سے روک دے یا ایسے ہی کسی اور کام سے تو وہ فوراً رک جاتے ہیں اس بناء پر نہیں کہ یہ دینداری ہے بلکہ اس لئے کہ یہ ان کے حاکم یا بادشاہ کا حکم ہے اگر وہ حکم خلاف شریعت اور اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کی دشمنی اور یہود ونصاریٰ کی دوستی میں ہو جیسا کہ ان کی حالت ہے کہ وہ اللہ کے سوا امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی اسلام اور شریعت کے خلاف جنگ میں ان کی مکمل حمایت اور تعاون کرتے ہیں بلکہ زمین کے چپے چپے پر مسلمان مجاہدین اور اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کے خلاف ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پر کی جانے والی جنگ میں ان کی ہر طرح مدد کرتے ہیں۔

چنانچہ طاغوت اور طاغوت کے ان مددگاروں کے خلاف جنگ ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو طاغوت اور طاغوت کے ساتھ کفر کی حقیقت سے واقف نہ ہو اور توحید کے اصولوں اور تقاضوں کو نہ جانتا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان تاتاریوں کے متعلق فرمایا جنہوں نے دین کی حرمتوں کو پامال کیا اور مسلمانوں کو ذلیل کیا اور بیت المقدس کو اجاڑا اور مسلمانوں کے مال چھین لئے اور مسلمان مردوں کو قید کرکے انہیں جلاوطن کر دیا جبکہ یہ تاتاری بظاہر شہادتین کا اقرار کرتے تھے اور بعض اسلامی قوانین واحکام کی پابندی بھی کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ''ان لوگوں یا ان کے علاوہ میں سے جو بھی گروہ اسلام کے ظاہری اور متواتر قوانین واحکام میں سے کسی بھی ایک قانون یا حکم سے رک جائے اس سے اس وقت تک لڑنا واجب ہے جب تک وہ اسلام کے تمام قوانین کا پابند نہ ہو جائے

اگرچہ وہ شہادتین کا اقرار کرتے ہوں اور بعض قوانین واحکام کو بھی مانتے ہوں جیسا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مانعین زکاۃ قتال کیا تھا اور جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں مناظرہ کیا(اورابو بکر رضی اللہ عنہ کو حق پر قرار دیا)توان کے بعد آنے والے تمام فقہاء کا اس مسئلے پر اتفاق ہو گیا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کتاب وسنت پر عمل کرتے ہوئے اسلام کے حقوق کے لئے قتال پر اتفاق کیا تھا........ ہر وہ گروہ جو (محض عملی طور پر نہ کہ زبانی طور پر) بعض نمازوں یا روزوں یا حج کی ادائیگی سے یا جان ،مال ،شراب،زنا،جوئے، محرمات سے نکاح کی حرمت سے یا کفار کے خلاف جہاد کی پابندی یا اہل کتاب پر جزیہ لگانے وغیرہ واجبات اور محرمات دین سے رک جائے کہ جن کا انکار کرنے یا جنہیں ترک کرنے کا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوتا اور جن کے وجوب کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے تو اس بنیاد پر ان سے رک جانے والے گروہ کے خلاف قتال کیا جائے گا اگرچہ وہ (زبانی طور پر)ان کا اقرار کرتا ہو اور علماء کے درمیان میں اس سلسلے میں اختلاف نہیں پاتا۔

اس کے بعد امام رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تاتاریوں کا لشکر کفار اور مشرکین پر مشتمل تھا اور ان میں مسلمان ہونے کے دعویدار بھی تھے اور یہ اکثریت میں تھے پھر فرماتے ہیں کہ:"جب یہ قاعدہ طے ہو چکا تو یہ لوگ جن کے متعلق سوال کیا گیا ان کا لشکر کافر عیسائیوں اور یہودیوں اور نام نہاد مسلمانوں پر مشتمل ہے جو کہ اکثریت میں ہیں اور جب ان سے مطالبہ ہو تو شہادتین کا اقرار بھی کرتے ہیں اور رسول کو تعظیم بھی دیتے ہیں اوران میں بہت کم لوگ نماز کا اہتمام کرتے ہیں اور نماز سے زیادہ رمضان کے روزے کا اہتمام کرتے ہیں اور مسلمانوں کو غیر مسلم کی بنسبت زیادہ تعظیم دیتے ہیں اور مسلمانوں میں سے نیکوکاروں کی بھی قدر کرتے ہیں اور بعض اسلامی احکام بھی مانتے ہیں اس میں ان کے مختلف مراتب ہیں لیکن ان کی اکثریت اسلام کے بہت سے بلکہ اکثر احکام و قوانین کی تارک ہوتی ہے اور ان کی اکثر لڑائیاں بھی دینی مقاصد کے لئے نہیں ہوتیں اول تو وہ اسلام کا اہتمام ہی نہیں کرتے اور نہ ہی اسلام کو چھوڑدینے والوں سے لڑتے ہیں بلکہ مغلی ریاست کے لئے جو بھی لڑے اسے کچھ نہیں کہتے بلکہ اس کی تعظیم کرتے ہیں اگرچہ وہ کافر ہو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہو اور جو بھی مغلیہ ریاست کے خلاف لڑے یا اس سے بغاوت کرے اس کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں اگرچہ وہ بہترین مسلمان ہو چنانچہ وہ نہ

تو کفار سے جہاد کرتے ہیں اور نہ ہی اہل کتاب پر جزیہ لگاتے ہیں اور اپنے لشکر کے کسی فرد کو نہیں روکتے وہ جس کی چاہے عبادت کرتے چاند کی یا سورج کی یا کسی اور کی بلکہ ان کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ان کے نزدیک گویا معتدل یا نیک یا نوافل کا اہتمام کرنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے اور کافر ان کے نزدیک گویا مسلمانوں میں فاسق یا نوافل کا اہتمام نہ کرنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے ایسے ہی ان کی اکثریت مسلمانوں کی جان ومال کو حرام نہیں سمجھتی الا یہ کہ ان کا بادشاہ انہیں اس سے روک دے یعنی حکم شرعی ہونے کی بناء پر تو اس سے باز نہیں آتے لیکن جب بادشاہ انہیں اس سے روک دے تو حاکم ہونے کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتے ہیں نہ کہ دینداری کی وجہ سے نیز ان کی اکثریت واجبات کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کرتی نہ نماز کا نہ زکاۃ کا نہ حج وغیرہ کا نہ ہی آپس میں اللہ کے حکم کے مطابق فیصلے کرتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنے لئے ایک قانون وضع کر رکھا ہے (جسے وہ یاسق کہتے تھے) جو کبھی تو اسلام کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی اسلام کے خلاف در حقیقت اسلامی قوانین واحکام کی پابندی کرنے والا شیز برون تھا اس نے لوگوں میں رائج اسلامی احکام وقوانین کو غالب کیا جبکہ یہ لوگ اسلام میں داخل تو ہوئے لیکن اس کے احکام وقوانین کی پابندی نہ کی۔

اور اس قسم کے لوگوں سے قتال واجب ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اور دین اسلام اور ان لوگوں کی حقیقت سے واقف شخص اس بارے میں شک نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جس اسلام پر ہیں وہ اور حقیقی دین اسلام کبھی ایک نہیں ہوسکتے اور جب کُرد اور اعراب خانہ بدوشوں سے جو اسلامی احکام وقوانین کی پابندی نہیں کرتے ان سے قتال فرض ہے اگرچہ ان کا ضرر شہروں میں نہ پہنچ سکا ہو تو ان لوگوں سے کیوں نہیں؟ البتہ ان کے خلاف قتال میں راہ شریعت پر چلنا واجب ہے کہ پہلے انہیں اسلامی احکام وقوانین کے التزام کی دعوت دی جائے جبکہ ان تک یہ دعوت پہنچ نہ سکی ہو جیسا کہ حربی کافر کو پہلے شہادتین کے اقرار کی دعوت دی جاتی ہے بشرطیکہ اس تک یہ دعوت نہ پہنچی ہو[1] ۔ ملاحظہ ہو کہ

[1] مجموع الفتاوىٰ:28/502-506

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تاتاریو ں کے متعلق انتہائی تفصیلی اور بہت طویل ہے ہم مکمل نقل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ایک مکمل کتاب ہے اس لئے منتخب مقامات نقل کر رہے ہیں)

نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ان تاتاریوں کے متعلق فرماتے ہیں جو شام سے آئے اور انہوں نے شہادتین کا اقرار بھی کیا اور اسلام کی طرف نسبت بھی کی اور پہلے جس کفر پر تھے اس کفر پر باقی بھی نہیں رہے نیز ان امراء وغیرہ کا حکم بھی بیان کرتے ہیں جو مسلمانوں کے لشکر سے بھاگ کر ان کے ساتھ جا ملے ایسے ان لوگوں کا حکم بھی جنہیں وہ زبردستی لڑائی کے لئے ساتھ لائے ایسے ہی ان لوگوں کا حکم بھی جو ان کے لشکر میں عالم یا فقیہ یا فقیر یا صوفی وغیرہ کی حیثیت سے تھے نیز جو شخص انہیں بھی مسلمان سمجھتا ہو اور ان سے لڑنے والوں کو بھی مسلمان سمجھتا ہو ان دونوں کو ظالم قرار دے کر کسی کے ساتھ لڑائی میں شامل نہ ہوتا ہے اس کا حکم کیا ہے؟

چنانچہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ وافی وشافی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر وہ گروہ جو اسلام کے ظاہری اور متواتر احکام وقوانین کو ترک کردے اس سے قتال واجب ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ وہ شہادتین کا اقرار کرتا ہو تو جب شہادتین کا اقرار کریں لیکن پانچوں فرض نمازوں کو چھوڑ دیں ان سے اس وقت تک قتال فرض ہے جب تک وہ نماز نہ پڑھنے لگیں اور اگر وہ زکاۃ نہ دیں تو زکاۃ کے حصول اور ادائیگی تک ان سے قتال فرض ہے ایسے اگر وہ رمضان کے روزوں یا بیت عتیق کے حج سے رک جائیں یا فواحش یا زنا یا جوئے یا شراب وغیرہ محرمات شریعت کی حرمت سے رک جائیں یا ایسے ہی اگر وہ جانوں، مالوں، عزتوں اور شرمگاہوں وغیرہ میں کتاب وسنت کے قانون کے مطابق فیصلے کرنے سے رک جائیں ایسے ہی اگر وہ امر بالمعروف یا نہی عن المنکر اور کفار کے خلاف اسلام کی قبولیت یا رسوا ہو کر جزیہ کی ادائیگی وصول کرنے تک جہاد کرنے سے رک جائیں اور ایسے ہی اگر وہ کتاب وسنت اور سلف کے خلاف بدعات کا اظہار کریں مثلاً وہ اللہ کے ناموں اور اس کی آیات کے متعلق الحاد اختیار کریں یا اللہ کے اسماء وصفات کی تکذیب

کریں یا قدر و قضاء کی تکذیب کریں یا خلفاء الراشدین کے عہد میں جس عقیدہ و عمل پر مسلمان تھے اس کی تکذیب کریں یا مہاجرین و انصار صحابہ میں سابقین اولین یا ان کے متبعین باحسان پر طعن و تشنیع کریں مسلمانوں سے لڑیں حتی کہ انہیں اپنی اطاعت میں داخل کر دیں اور اس اطاعت سے اسلام سے خروج اور نکل جانا لازم آتا ہو یا اس طرح کے دیگر امور۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔ [1]

"اور ان سے لڑو حتی کہ پورا کا پورا دین اللہ کے لئے ہو جائے اور شرک نہ رہے"۔ لہٰذا جب کچھ دین تو اللہ کے لئے ہو اور کچھ غیر اللہ کے ہو تو قتال فرض ہے حتی کہ سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ [2]

"اے ایمان والو اللہ سے ڈر جاؤ اور جو سود باقی ہے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو اور اگر تم نے یہ نہیں کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار رہو"۔

---

[1] انفال:39۔

[2] بقرۃ:278-279

یہ آیت اہل طائف کے متعلق اتری جبکہ وہ اسلام لا چکے تھے اور نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے لیکن سودی لین دین کرتے تھے، تو اللہ نے یہ آیت نازل کی اور مومنوں کو حکم دیا کہ جو سود باقی ہے وہ چھوڑ دیں اور فرمایا کہ: اگر تم نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار رہو۔ ایک قراءت میں فاذنوا کے بجائے آذنوا "یعنی اعلان کر دو ہے" یہ دونوں قراء تیں صحیح ہیں اور سود قران میں سب سے آخر میں حرام ہوا جبکہ سود کا مال فریقین کی باہمی رضامندی سے لیا اور دیا جاتا ہے، تو اس سود سے باز نہ آنے والا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا ہے تو جو اس کے علاوہ دیگر حرام کاموں سے نہیں رکتا جو سود سے بڑھ کر اور اس سے بھی پہلے حرام ہیں تو وہ کون ہوا؟؟؟

اس کے بعد شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے عام قوانین میں سے کسی ایک قانون کو چھوڑ دینے والی جماعت سے قتال کے فرض ہونے پر صحابہ اور ائمہ دین کا اتفاق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور وہ لوگ جن سے صحابہ نے قتال کیا جبکہ وہ شہادتین کا اقرار بھی کرتے تھے لیکن وہ زکاۃ دینے سے انکار کرنے والے تھے جیسا کہ بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ (یا خلیفة رسول الله کیف تقاتل الناس وقد قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا اله الا الله وانی رسول الله فاذا قالوھا عصموا منی دماء ھم واموالھم الا بحقھا؟! فقال ابوبکر الم یقل لك الا بحقھا فان الزکاة من حقھا والله لو منعونی عناقا کانوا یؤدونھا الی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعھا قال عمر فما ھو الا ان رأیت ان الله قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعلمت انه الحق)" اے اللہ کے رسول کے خلیفہ آپ ان لوگوں سے کیونکر قتال کر سکتے ہیں؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک کہ وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور جب وہ ایسا

کہہ دیں تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ بنالیا مگر اس کے حق کے ساتھ''۔تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا انہوں نے تجھ سے یہ نہیں کہا کہ مگر اس کے حق کے ساتھ؟ تو زکاۃ بھی یقینا اس کا حق ہے۔اللہ کی قسم اگر انہوں نے مجھ سے چھ ماہ کی بکری بھی روکی جو وہ ادا کیا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اسے روکنے کی وجہ سے میں ان سے قتال کروں گا۔عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ابو بکر t کے سینے کو قتال کے لئے کشادہ کر دیا پھر میں نے یقین کر لیا کہ حق یہی ہے''۔نیز صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے ائمہ نے مانعین زکوۃ (زکاۃ کے انکاری) کے خلاف قتال پر اتفاق کیا ہے اگر چہ وہ پانچ نمازیں پڑھتے ہوں اور رمضان کے روزے رکھتے ہوں جبکہ ان لوگوں (یعنی جن کے متعلق شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا) کے پاس تو کوئی جائز شبہ بھی نہیں ہے اس لئے یہ مرتد ہوئے جبکہ ان سے صرف اس لئے قتال کیا گیا کہ انہوں نے زکاۃ دینے سے منع کر دیا تھا اگر چہ وہ اس کی فرضیت کے قائل تھے۔جیسا کہ اللہ نے حکم دیا اور ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ نے اپنے نبی کو زکاۃ لینے کا حکم دیا جیسا کہ فرمایا: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ الصَّدَقَةَ'' (اے نبی) تو ان کے مالوں سے زکاۃ لے'' اوران کی موت کے ساتھ ہی زکاۃ بھی ساقط ہو گئی۔

ایسے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے خلاف بھی قتال کا حکم دیا جو شراب پینے سے باز نہ آئے تھے ۔اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ان کی حالتوں کو جانا جائے یہ تو معلوم ہے کہ وہ پہلی مرتبہ شام سے آگے ۹۹ھ میں بڑھے اورانہوں نے لوگوں کو امان بھی دی اور نامہ امان کو دمشق کے منبر پر پڑھا اس کے باوجود انہوں نے مسلمانوں کی نسلوں کو گالیاں دیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھیں ایسے انہوں نے بیت المقدس اور جبل صالحیہ اور نابلس اور حمص اور داریا وغیرہ اس قدر قتل کیا اور قیدی بنائے جس کی صحیح تعداد اللہ ہی جانتا ہے حتیٰ کہ انہوں نے تقریباً ایک لاکھ مسلمان قید کئے اور مسلمانوں کی بہترین خواتین کے ساتھ مساجد وغیرہ میں بدکاریاں کیں مثلاً مسجد اقصیٰ اور مسجد اموی وغیرہ میں اور انہوں نے عقیبۃ میں موجود یونیورسٹی کو بھی تہس نہس کر دیا اور ہم خود بھی ان لوگوں کے لشکر کا مشاہدہ کر چکے ہیں ہم نے دیکھا ہے کہ ان کی اکثریت نماز نہیں پڑھتی اور ان کے لشکر

میں کوئی موٴذن یا امام دکھائی نہیں دیا اس کے علاوہ انہوں نے مسلمانوں کے مالوں اور ان کی اولادوں اور ان کے گھروں کو اس قدر برباد کیا جو اللہ ہی جانتا ہے اور ان کے ساتھ ان کی ریاست کے بدترین لوگ ہیں یا تو زندیق منافق ہیں جو دل سے دین اسلام کے مطابق عقیدہ نہیں رکھتے یا بدترین اہل بدعت مثلاً رافضی یا جہمیہ یا اتحادیہ وغیرہ یا بدترین فاجر وفاسق لوگ اور جو اپنے علاقوں میں بااختیار ہونے کے باوجود بیت اللہ کا حج بھی نہیں کرتے اگرچہ ان میں بعض لوگ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں لیکن عام طور پر ان میں نماز اور زکاۃ ادا نہیں کرتے اور وہ چنگیز خان کی بادشاہت کے لئے لڑتے ہیں تو جو ان کی اطاعت کرے اسے دوست بنالیتے ہیں اگرچہ وہ کافر ہو اور جو اطاعت سے نکل جائے اسے دشمن بنالیتے ہیں اگرچہ وہ بہترین مسلمان ہو اور نہ تو وہ اسلام کے لئے لڑتے ہیں نہ ہی جزیہ اور ٹیکس لیتے ہیں بلکہ ان کے اکثر بڑے بڑے مسلمان وزراء اور امراء کا معیار یہ ہے کہ ان کے نزدیک مسلمان ایسے ہی ہے جیسے وہ کسی یہودی یا عیسائی مشرک کی تعظیم کرتے ہیں جیسا کہ شام سے آنے والے ان کے اولین دستوں کا بڑا مسلمان نمائندوں سے مخاطب ہو کر انہیں قریب کرنے کے لئے کہتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور محمد ﷺ اور چنگیز خان یہ دو نشانیاں ہمارے پاس اللہ کی طرف سے آئی ہیں یہ وہ انتہائی بات ہے جس کے ذریعے ان کا بڑا مسلمانوں سے قریب ہونا چاہتا ہے کہ اس نے اللہ کے رسول، مخلوق میں اللہ کے نزدیک سب سے زیاد مکرم، اولاد آدم کے سردار، اور خاتم المرسلین کو اور کافر بادشاہ، سب سے بڑے مشرک، کافر، فسادی، دشمن اور بخت نصر کے بھائی (یعنی ظلم وجبر میں) کو برابر قرار دے دیا۔

تو یہ شخص اور ان کے اولین دستوں میں اس جیسے دیگر لوگ جن کا اسلام لانے کے بعد بھی مقصد یہ ہے کہ محمد ﷺ کو اس (چنگیز خان) ملعون کے قائم مقام قرار دیں جبکہ سب جانتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب مسلمانوں کے لیے اس سے کم نقصان دہ تھا حالانکہ اس نے محمد ﷺ کے ساتھ رسالت میں شراکت کا دعویٰ کیا تھا اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے اور اس کے مرتد ساتھیوں سے قتال کو جائز قرار دیا تھا تو جو محمد ﷺ کو چنگیز خان کی طرح قرار دے اس کے ساتھ کیا کیا جانا چاہیے؟ یہ لوگ اظہار اسلام کے باوجود چنگیز خان کے احکام کی تعظیم ان مسلمانوں سے زیادہ کرتے ہیں جو قرآن کے احکامات

پر چلتے ہیں اور چنگیز خان کے بنائے ہوئے قوانین کی خاطر قرآن کے تابعین سے دیگر مسلمانوں کی بنسبت زیادہ شدت سے لڑتے ہیں۔

یہ کافر لوگ اس کی اطاعت وفرمانبر داری کرتے ہیں اور اسے مال کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور اسے خلیفہ مان کر اس کے احکامات کی اس طرح مخالفت نہیں کرتے جس طرح امام کی اطاعت سے نکل جانے والا مخالفت کرتا ہے۔اور مسلمانوں سے لڑتے ہیں ان سے انتہائی دشمنی رکھتے ہیں،اور مسلمانوں سے اپنی اطاعت اور نذرانوں اور اس قانون کی تابعداری کا مطالبہ کرتے ہیں جو ان کے کافر ومشرک بادشاہ نے وضع کیا جو کسی فرعون ونمرود وغیرہ سے کم نہیں بلکہ زمین میں ان سے بھی بڑھ کر فساد مچانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيِ نِسَآءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ[1]

"فرعون نے زمین میں فساد مچایا اور اس کے رہنے والوں کو گروہوں میں بانٹ دیا اور ان میں سے ایک گروہ جسے وہ کمزور سمجھتا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرنے لگا اور ان کی عورتوں کو چھوڑ دیتا بے شک وہ فسادیوں میں سے تھا"۔

جبکہ اس فسادی نے توزمین پر چڑھائی کر رکھی ہے اور مسلمانوں ،یہودیوں ،عیسائیوں اور اپنے مخالف مشرکوں ان سب کے مردوں کو قتل کر دیتا ہے ان کی عورتوں کو لونڈی بنالیتا ہے ان کے اموال لوٹ لیتا ہے اور ان کی فصلیں اور نسلیں تباہ کر دیتا ہے جبکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا نیز انبیاء ورسل

[1] قصص:4

علیہم الصلاۃ والسلام کی اتباع واطاعت سے نکال کر اپنے بنائے ہوئے جاہلی اور کفری قانون کا تابع دار بنادیتاہے۔

تو یہ لوگ دین اسلام چھوڑ چکے ہیں اور ان کافروں کے دین کی مسلمانوں کے دین سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ ان کی اطاعت و تابعداری کرتے ہیں اور مومنوں سے زیادہ انہیں دوست رکھتے ہیں اوران کے بڑوں میں اگر اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ جاہلی قانون سے کرتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے ایسے ان کے بڑے سردار اور وزراء دین اسلام کو یہودیت یا عیسائیت کی طرح قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ سب اللہ تک پہنچانے والے راستے ہیں بعینہ اس طرح جس طرح مسلمان آپس میں مذاہب اربعہ (مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی) کے متعلق سمجھتے ہیں کہ یہ سب اللہ تک پہنچانے والے راستے ہیں۔ نیز ان میں بعض یہودیت اور عیسائیت اور بعض اسلام کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ بات ان میں عام ہے حتی کہ ان کے فقیہوں اور عابدوں تک میں بات عام ہے خاص طور پر جہمیہ ،اتحادیہ، فرعونیہ، وغیرہ میں ان لوگوں پر فلسفہ غالب ہے اور اکثر فلاسفہ کا بھی ایسا ہی مذہب ہے نیز اکثر عیسائی اور یہودی افراد پر بھی فلسفہ غالب ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے خاص خاص ممتاز علماء ورہبان کا مذہب فلسفہ کی بنیاد پر ہے تو یہ غلط نہ ہوگا اور اس بارے میں بہت کچھ دیکھ سن چکا ہوں جسے یہاں بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے جبکہ اہل اسلام میں یہ بات ہر ایک جانتا ہے کہ جو بھی شریعت محمدی کے علاوہ شریعت کی اتباع کو جائز قرار دے وہ کافر ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور اس کا کفر اس شخص کے کفر کی طرح ہے جو کتاب کے بعض حصے پر ایمان لے آیا اور بعض کا انکار کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا[1]

''اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرنے والے چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ کتاب کے بعض حصے پر ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں اور اس کے درمیان کوئی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں یہی حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

اس میں یہود و نصاریٰ بھی داخل ہیں اور وہ فلاسفہ بھی جو کتاب کے کچھ حصے کو مانتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں اور یہود و نصاریٰ میں سے جو فلسفی بن گئے وہ بھی یہ سب دونوں طرح کافر ہیں جبکہ یہ وزراء اور سردار جو اپنی رائے کو حرف آخر سمجھتے ہیں ان کی اکثریت اسی قبیل سے ہے وہ کبھی یہودی فلسفی تھا پھر اسلام کا نام لینے لگا جبکہ اس میں یہودیت اور فلسفہ بھی رہا اور ساتھ ہی رافضیت بھی آگئی ان میں جو سب سے بڑا قلمکار ہے یہ اس کی حالت ہے اور یہ شخص ان کے نزدیک تلوار باز سے زیادہ اہم ہوتا ہے مومنوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ ہر طرح کا نفاق، زندقہ اور الحاد تاتاریوں کے پیروکاروں میں موجود ہے کیونکہ یہ کائنات کے سب سے بڑے جاہل اور دین سے سب سے زیادہ نادان اور اتباع دین سے سب سے زیادہ دور اور خواہشات کے سب سے بڑے اسیر ہیں۔

اس کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تاتاریوں کی صفوں میں مل کر لڑنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

[1] نساء: 150-151

''جو مسلمانوں کے لشکر سے بھاگ کر تاتاریوں کے لشکر میں آملا اس سے تاتاریوں سے بڑھ کر قتال ہونا چاہیے اس لئے کہ تاتاریوں میں سے بعض تو مجبور کر دیئے گئے ہیں اور بعض مجبور نہیں ہیں علاوہ ازیں سنت سے یہ اصول طے شدہ ہے کہ مرتد کی سزا اصل کافر سے بڑھ کر ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ مرتد کو ہر حال میں قتل کر دیا جاتا ہے اس پر نہ تو جزیہ لگایا جاسکتا ہے نہ ہی اس کا ذمہ لیا جاسکتا ہے جبکہ اصلی کافر کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرتد کو قتل کر دیا جائے گا اگرچہ وہ لڑنے پر قادر نہ ہو، جبکہ اصلی کار اگر لڑنے والوں سے نہ ہو تو اکثر علماء ابو حنیفہ، مالک، احمد کے نزدیک اسے قتل نہیں کیا جاسکتا چنانچہ جمہور کا مذہب ہے کہ مرتد کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ مالک شافعی، احمد کا یہی مذہب ہے ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ مرتد نہ تو وارث بنتا ہے نہ ہی اس سے نکاح جائز ہے، نہ اس کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ اصلی کافر کے ساتھ ایسا نہیں ہے ایسے ہی دیگر احکامات۔

لہٰذا جب اصل دین سے مرتد بن جانا اصل دین کے ساتھ کفر کرنے سے زیادہ بڑا جرم ہے تو اصل دین کے احکامات سے مرتد ہو جانا اصل دین کے قوانین سے اصلاً خارج رہنے سے بڑا جرم ہوا یہی وجہ ہے کہ ہر مومن تاتاریوں کے احوال سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ تاتاریوں میں موجود فارسی اور عربی وغیرہ مرتدین ترک وغیرہ کے اصل کفار سے زیادہ بدتر ہیں اور ترک شہادتین کا اقرار کرنے کے بعد بہت سے احکامات شریعت چھوڑنے کے باوجود ان عربیوں اور فارسیوں وغیرہ مرتدین سے بہتر ہیں یہاں سے واضح ہوا کہ ان کے ساتھ مل جانے والا اصل مسلمان ان ترکیوں سے زیادہ برا ہے جو کافر تھے کیونکہ جب اصل مسلمان اسلام کے بعض احکامات سے مرتد ہو جائے تو وہ ان لوگوں سے زیادہ برا ہوتا ہے جو اس کے بعد ان احکامات کو اصلاً مانتے ہی نہیں ہیں مثلاً مانعین زکاۃ وغیرہ مرتدین کے جن کے خلاف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کیا اور اگر شریعت کے بعض احکامات سے مرتد ہو جانے والا یہ شخص کوئی فقیہ یا صوفی یا تاجر یا مصنف وغیرہ ہو پھر بھی یہ ان ترکوں سے بدتر

ہے جو ان احکامات کو سرے سے مانتے ہی نہیں اور پھر بھی اسلام پر ہونے کا اصرار کرتے ہیں اس لئے مسلمان ان لوگوں کو ان سے زیادہ نقصان دہ تصور کرتے ہیں اور وہ دین اسلام اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری ان مرتد ہو جانے والوں کی اطاعت سے زیادہ کرتے ہیں جو شریعت کے بعض احکامات سے تو مرتد ہو گئے اور بعض میں منافقت اختیار کرلی اگرچہ بظاہر علم اور دین کے دعوے کرتے ہیں اور یہ زیاد سے زیادہ ملحد یا نصیری یا اسماعیلی یا رافضی ضرور ہوں گے اور ان میں جو سب سے بہتر ہیں وہ جہمی اتحادی اور اس جیسے ضرور ہوں گے کیونکہ اسلام کا اظہار کرنے والوں میں سے تاتاریوں کی طرف برضاورغبت مل جانے والا کم از کم منافق یا زندیق یا فاسق وفاجر ضرور ہو گا اور جن لوگوں کو وہ اپنے ساتھ ملنے پر مجبور کر دیتے ہیں تو انہیں بروز قیامت ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا لیکن ہم پر فرض یہ ہے کہ ان کی پوری جمعیت کے ساتھ قتال کریں کیونکہ مجبور اور غیر مجبور میں امتیاز ممکن نہیں ہے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام ان لوگوں کا حکم بیان کرتے ہیں کہ جسے باغی جماعت یا شرعی قوانین سے روکنے والی جماعت اپنے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑنے پر مجبور کرتی ہوں نیز اس بات کی وضاحت بھی کرتے ہیں کہ ایسی جماعت سے قتال کرنا مسلمانوں پر فرض ہے جو دین سے باغی ہو جائیں اگرچہ اس میں ایسے لوگ بھی کیوں نہ ہوں جنہیں وہ اپنے ساتھ مل کر لڑنے کے لئے زبردستی لائے ہوں، نیز کافروں کی صف میں شامل ہو کر یا اسلامی احکامات کی باغی جماعت میں شامل ہو کر لڑنے والوں میں سے ہر ایک سے لڑنا فرض ہے اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ نیز ایسے افراد سے لڑنا گویا مرتدین سے لڑنا ہی ہے کیونکہ مرتدین یا مشرکوں کی صف میں شامل ایسا شخص بظاہر مسلمانوں کے خلاف ہی ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں صحیح بخاری میں نبی ﷺ نے فرمایا:

"ایک لشکر اس گھر پر حملہ آور ہو گا اور ابھی وہ بیداء نامی مقام پر ہی ہوں گے کہ انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا کہا گیا یا رسول اللہ ان میں کچھ لوگ مجبور بھی ہوں گے فرمایا وہ اپنی نیتوں کے مطابق

دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو سب کی سب مرفوع ہیں اور کتب صحاح میں عائشہ، حفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن سے مروی ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

(یعوذ عائذ بالبیت فیبعث الیه بعث فاذا کانوا ببیداء من الارض خسف بھم فقلت یا رسول اللہ فکیف بمن کان کارھا قال یخسف به معھم ولکنه یبعث یوم القیامة علی نیته)

"ایک شخص بیت اللہ کی پناہ لے گا پھر اس کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جائے گا ابھی وہ بیداءنامی جگہ پر ہوں گے کہ انہیں زمین میں دھنسا دیاجائے گا میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان میں مجبور کا کیا بنے گا فرمایا اسے بھی ان کے ساتھ زمین میں دھنسادیاجائے گا پھر بروز قیامت اسے اس کی نیت کے مطابق زندہ کیاجائے گا"۔

نیز بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

(عبث رسول اللہ ﷺ فی منامه فقلنا یا رسول اللہ صنعت شیئا فی منامك لم تکن تفعله فقال العجب ان ناسا من امتی یؤمون ھذا البیت برجل من قریش وقد لجا الی البیت حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بھم فقلنا یا رسول اللہ ان الطریق قد مجمع الناس قال نعم فیھم المستنصر والمجنون وابن السبیل فیھلکون مھلکا واحدا ویصدرون مصادرشتّی یبعثھم اللہ عزوجل علی نیاتھم)

"رسول اللہ ﷺ نے اپنی نیند میں عجیب حرکت کی ہم نے کہا یارسول اللہ جو آپ نے کیا آپ ایسا نہ کرتے تھے آپ نے فرمایا تعجب ہے میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک

شخص کی وجہ سے اس گھر کا قصد کریں گے اور اس نے اس گھر میں پناہ لے رکھی ہو گی حتی کہ جب وہ بیداء پہنچیں گے انہیں دھنسا دیا جائے گا ہم نے کہا یا رسول اللہ راستے میں تو ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں فرمایاں ہاں ان میں مدد مانگنے والے اور مجنون اور مسافر سب ہی ہوں گے انہیں ایک بار ہی ہلاک کر دیا جائے گا اور وہ مختلف مقامات سے نکلیں گے اللہ عزوجل انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کرے گا"۔ نیز صحیح بخاری کے الفاظ میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(یغزو جیش الکعبة فاذا کانوا ببیدائ من الارض یخسف باولهم واخرهم قالت قلت:یارسول الله کیف یخسف باولهم وآخرهم وفیهم اسواقهم ومن لیس منهم، قال:یخسف باولهم وآخرهم ثم یبعثون علی نیاتهم)"ایک لشکر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے آئے گا ابھی وہ بیداء نامی جگہ پر ہوں گے کہ ان کو شروع سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا، کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ انہیں شروع تا آخر زمین میں کیوں کر دھنسا دیا جائے گا جبکہ ان میں ان کے مجبور بھی ہوں گے اور وہ بھی جو حقیقتاً ان سے نہ ہوں گے فرمایا: انہیں شروع تا آخر دھنسا دیا جائے گا پھر انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا"۔

نیز صحیح مسلم میں حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(سیعود بهذا البیت یعنی الکعبة قوم لیست لهم منعة ولا عدد ولا عدة یبعث الیهم جیش یومئذ حتی اذا کانوا ببیداء من الارض خسف بهم قال یوسف بن ماهك واهل الشام یومئذ یسیرون الی مکة فقال عبدالله بن صفوان اما والله ما هو بهذا الجیش)

"عنقریب اس گھر یعنی خانہ کعبہ میں ایک قوم پناہ لے گی جن کے پاس نہ قوت ہو گی نہ تعداد اور نہ تیاری ان کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جائے گا ابھی وہ بیدا نامی جگہ پر ہونگے کہ انہیں

زمین میں دھنسا دیا جائے گا یوسف بن ماہک نے کہا کہ ان دنوں اہل شام مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے تو عبد اللہ بن صفوان کہنے لگے اللہ کی قسم اس سے یہ لشکر مراد نہیں ہے"۔

تو اللہ تعالیٰ اس لشکر کو مجبور اور غیر مجبور ہر ایک سمیت ہلاک کر دے گا جو بیت اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنا چاہے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی نیتوں کے مطابق دوبارہ زندہ کرنے کے ساتھ اس بات پر بھی قادر ہے کہ ان میں تمیز کر دے، تو جب اللہ تعالیٰ تمیز نہیں کرے گا تو مومن مجاہدین پر کیوں کر واجب ہو سکتا ہے کہ وہ مجبور اور غیر مجبور میں فرق کریں۔ جبکہ وہ اس کا علم ہی نہیں رکھتے بلکہ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ اسے مجبور کیا گیا تھا تو محض دعویٰ کرنے سے اس کی بات نہیں مانی جاسکتی جیسا کہ منقول ہے کہ عباس بن عبد المطلب کو جب غزوہ بدر میں قید کیا گیا تو اس نے نبی علیہ السلام سے کہا یا رسول اللہ میں مجبور کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا (اما ظاهرك فكان علينا واما سريرتك فالى الله) "آپ کا ظاہر تو ہمارے ذمہ ہے اور آپ کا باطن تو وہ اللہ کے سپرد ہے"۔ بلکہ اگر ان میں بہترین اور نیک ترین مسلمان ہوں اور انہیں قتل کئے بغیر ان سے لڑنا ممکن نہ ہو تو انہیں بھی قتل کر دیا جائے گا کیونکہ ائمہ دین کا اتفاق ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کو ڈھال بنالیں اور جن مسلمانوں کو انہوں نے ڈھال بنایا ہو تو وہ ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے مقابلے کے لئے نہ آئے ہوں اور لڑائی جاری رکھنے کی صورت میں ان مسلمانوں کے قتل کا خوف کفار کے قتل کی نیت کر کے ان پر تیز اندازی جائز ہے اور اگر ہمیں مسلمانوں کی جان جانے کا خوف نہ ہو تو اس صورت میں علماء کے دو اقوال میں سے ایک کے مطابق ان مسلمانوں پر تیر اندازی بھی جائز ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کردہ جہاد کی وجہ سے قتل کر دیا جائے تو وہ باطن کے اعتبار سے مظلوم ہے اور وہ شہید ہو گا اور اسے اس کی نیت کے مطابق دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کا قتل مجاہدین مومنین میں سے کسی کے قتل سے زیادہ فساد کا سبب نہ ہو گا۔

اور جب جہاد فرض ہے اگرچہ اللہ کی مشیت کے تقاضے کے مطابق کچھ مسلمان بھی قتل کر دیئے جائیں تو ان کی صف میں شامل کسی مسلمان کو جہاد کی ضرورت کی بناء پر قتل کرنا اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جسے لڑنے پر مجبور کیا جائے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تلوار توڑ ڈالے

اور اس کے لئے لڑنا جائز نہیں ہے اگرچہ اسے قتل کر دیا جائے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(انها ستكون فتن الا ثمّ تكون فتن الا ثمّ تكون فتن القاعدفيها خير من الماشي والماشي فيها خير من الساعي الا فاذا نزلت او وقعت فمن كان له ابل فليلحق بابله ومن كانت له غنم فليلحق بغنمه ومن كانت له ارض فليلحق بارضه قال فقال رجل يا رسول الله ارايت من لم يكن له ابل ولا غنم ولا ارض قال يعمد الى سيفه فيدق على حده بحجر ثم لينج ان استطاع النجاة اللهم هل بلغت اللهم هل بلغت اللهم هل بلغت فقال رجل يا رسول الله ارايت ان اكرهت حتى ينطلق بي الى احدى الصفين او احدى الفئتين فيضربني رجل بسيفه او بسهمه فيقتلني قال يبوء باثمه واثمك ويكون من اصحاب النار)

”عنقریب فتنے ہوں گے خبر دار! فتنے ہوں گے، خبر دار! فتنے ہوں گے ان میں بیٹھے رہنے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے خبر دار جب وہ (فتنہ) شروع ہو یا واقع ہو تو جس کے اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے اور جس کی بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں چلا جائے اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین پر چلا جائے کہتے ہیں ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس شخص کے متعلق بتایئے جس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں اور نہ ہی زمین فرمایا وہ اپنی تلوار پتھر پر مار کر کند کرلے پھر اگر بچ سکتا ہے تو بچ جائے یا اللہ کیا میں نے پہنچا دیا، یا اللہ کیا میں نے پہنچا دیا، یا اللہ کیا میں نے پہنچا دیا، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ مجھے بتایئے اگر مجھے مجبور کر دیا جائے حتی کہ مجھے دو صفوں یا دو گروہوں میں سے ایک میں لے جایا جائے پھر ایک شخص مجھ پر اپنی تلوار چلائے یا اپنا تیر مجھے مار کر قتل کر ڈالے؟ فرمایا: وہ اپنے اور تیرے گناہوں کے ساتھ پلٹے گا اور جہنمی ہو گا“۔

اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے فتنے کے وقت قتال سے منع کیا ہے بلکہ الگ رہنے یا اسلحہ کو بے کار کر دینے کا حکم دیا تا کہ لڑنا ناممکن ہو جائے اور مجبور و غیر مجبور دونوں شامل ہیں پھر یہ بھی بتایا گیا کہ اگر مجبور مظلومانہ قتل کر دیا جائے تو قاتل اپنے اور اس کے گناہوں کا ذمہ دار ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے قصے میں مظلوم بیٹے کے متعلق فرمایا کہ اس نے کہا اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْۗاَ بِـاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ۔[1] "میں چاہتا ہوں کہ تو میرے اور اپنے گناہ کے ساتھ لوٹے پھر تو جہنمی ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے"۔

اور سنت اور اجماع کی رو سے اگر کسی پر کوئی حملہ کر دے تو اس کیلئے دفاع کرنا جائز ہے البتہ کیا اس کے لئے لڑ کر دفاع کرنا جائز ہے اس سلسلے میں اختلاف ہے امام احمد کے دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس پر اپنا دفاع کرنا واجب ہے اگر چہ وہ صف میں حاضر نہ ہو دوسرا اول یہ ہے کہ اس کے لئے خود دفاع کرنا جائز ہے۔ س لیکن فتنے کے وقت لڑائی شروع کرنا بلاشبہ ناجائز ہے مقصود یہ ہے کہ فتنے کے وقت کسی کو لڑنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے لڑنا جائز نہیں ہے بلکہ اس پر اپنے ہتھیار کو بے کار کر دینا اور صبر کئے رہنا فرض ہے حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا جائے تو اسلامی قوانین سے باغی جماعت مثلاً زکاۃ نہ دینے والوں یا مرتد ہو جانے والوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر مجبور کئے جانے والے کے لئے لڑنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ اگر اسے لڑائی میں آنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس پر واجب ہے کہ نہ لڑے اگر چہ اسے مسلمان قتل کر دیں جیسا کہ کفار اسے اپنی صف میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے شامل ہونے پر مجبور کریں اور جیسا کہ اگر ایک شخص کو دوسرا شخص کسی بے قصور مسلمان کے قتل پر مجبور کرے تو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ان صورتوں میں اس کے لئے لڑنا جائز نہیں ہے اگر چہ قتل کی دھمکی دے کر اسے مجبور کرے کیونکہ اس بے قصور مسلمان کے بدلے اس کی جان کی حفاظت اہمیت نہیں رکھتی جبکہ اس کے برعکس ہے (یعنی اس مجبور کے قتل کے بدلے میں اس بے قصور کی جان کی حفاظت اہم ہے۔ مترجم) لہٰذا اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی پر ظلم کرے تا کہ خود قتل سے بچ جائے

[1] مائدة:29

بلکہ اگر وہ ایسا کر گزرے تو اکثر علماء احمد، مالک کے نزدیک اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک کے مطابق مجبور کرنے اور مجبور کئے جانے والوں پر قصاص واجب ہے اور امام شافعی کے دوسرے قول اور ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک فقط مجبور کرنے والے پر قصاص واجب ہے۔ اور زفر کے نزدیک بلاواسطہ مجبور کرنے والے پر قصاص واجب ہے اور ابو یوسف قصاص کو واجب نہیں کرتے بلکہ اس کے بدلے دیت فرض قرار دیتے ہیں اور نبی ﷺ سے اصحاب الاخدود (خندقوں والے) کا قصہ منقول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ (ان الغلام امر بقتل نفسه لاجل مصلحة ظهور الدين) "لڑکے نے خود کو قتل کر دینے کا حکم دیا غلبہ دین کی حکمت کے تحت"۔[1] یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے جائز قرار دیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو تو مسلمان کفار میں داخل ہو جائے اگرچہ اسے گمان ہو کہ وہ اسے قتل کر دیں گے اس مسئلے میں دوسرے مقام پر ہم تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

چنانچہ جب کسی کے لئے جہاد کی حکمت عملی اور مصلحت کے تحت ایسا کام کرنا جائز ہے جس میں اسے اپنے قتل کا یقین ہو تو دینی مصلحت کے حصول اور دین و دنیا سے متعلق دشمن کے نقصان سے بچنے کی خاطر اس کے علاوہ کسی اور کو قتل کرنا بالاولیٰ جائز ہوا۔ بشرطیکہ وہ مصلحت کسی اور طریق سے حاصل نہ ہو سکتی ہو اور نہ ہی کسی اور طریق سے اس نقصان سے بچا جا سکتا ہو اور جب سنت اور اجماع دونوں کا اتفاق ہے کہ مسلمان حملہ آور کے حملے کے علاوہ قتل ہوئے بچا نہیں جا سکتا تو قتل ہو جایا جائے گا اگرچہ جو مال وہ لینا چاہتا ہو وہ ربع دینار ہی ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ (من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون حرمه فهو شهيد) "جو اپنے مال کے دفاع میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے خون کے دفاع میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنی عزت کے دفاع میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے"۔

تو اسلامی قوانین سے بغاوت اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والوں سے قتال کیوں کر جائز نہیں؟ ان سرکش حملہ آوروں سے لڑنا سنت اور اجماع دونوں سے ثابت ہے اور یہ سرکش مسلمانوں کی

[1] صحيح مسلم

جانوں، ان کے مالوں، ان کی عزتوں اور ان کے دین پر حملہ آور ہیں جو ان کی حفاظت میں قتل کیا جاتا ہے وہ شہید ہے، تو جو لوگ انہیں برباد کرنے کے لئے لڑتے ہیں وہ کیا ہوئے؟ وہ بدترین باغی اور متأول اور ظالم ہوئے۔

میں کہتا ہوں: کہ جو عام اور ظاہری اسلامی قوانین میں سے کسی بھی ایک قانون سے باغی جماعت کے ساتھ مل کر لڑتا ہے اس سے قتال کے فرض ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اور ان سے اسی طرح لڑا جائے گا جس طرح مرتدین سے لڑا جاتا ہے نہ کہ اس طرح کہ جس طرح متأول (مجتہد) باغیوں سے لڑا جاتا ہے اور ان کے تمام افراد کے حکم وہی ہے جو ان کے بڑوں کا ہے۔ اور اسی بناء پر مرتد حکام کے لئے لڑنے والے فوجیوں یا لشکروں سے قتال فرض ہونے پر ان تمام ائمہ اسلام کا اتفاق ہے کہ جن کی بات کو مانا جاتا ہے اور ان سے قتال گویا مرتدین ہی سے لڑنا ہے اسی لئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر فرمایا کہ مسلمانوں کے لشکر سے بھاگ جانے والے امراء وغیرہ جو تاتاریوں کی صف میں شامل تصور کئے جانے لگے ان سے مرتدین کی طرح لڑا جائے گا اور جو کہتا ہے کہ ان سے باغی متأولین (مجتہدین) کی طرح لڑا جائے گا اس نے غلط کہا۔ چنانچہ فتاویٰ (20/541-542) میں فرماتے ہیں:

"لیکن جو کہتا ہے کہ ان سے اس طرح لڑا جائے گا جس طرح باغی متأولین (مجتہد) سے لڑا جاتا ہے تو اس نے بڑی فاش غلطی کی اور وہ گمراہ ہو گیا کیونکہ باغی متأولین کے پاس کم از کم ایک وجہ جواز تو ہوتی ہے جس کی بناء پر وہ بغاوت کرتے ہیں اور اسی لئے علماء کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کا امام ان سے پیغام رسانی کرے گا اگر وہ کوئی شبہ پیش کریں تو اس کی وضاحت کرے گا اور اگر ظلم یا ناانصافی کا تذکرہ کریں تو اس کا ازالہ کرے گا لیکن اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے اور زمین میں فساد مچانے والے اور دینی احکامات سے باغی ان لوگوں کے پاس کون سا شبہ ہے اور پھر اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ یہ نہیں کہتے کہ علم یا عمل کے اعتبار سے دین اسلام کو اس جماعت (تاتاریوں کے مد مقابل جماعت غالباً واللہ

اعلم ۔مترجم)سے زیادہ قائم کردیں گے بلکہ اپنے دعوی اسلام کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ جماعت اسلام کو ان سے زیادہ جانتی بھی ہے اور اس پر ان سے زیادہ عمل بھی کرتی ہے بلکہ آسمان کی چھت کے نیچے ہر مسلمان اور ہر کافر یہ بات جانتا ہے اس کے باوجود وہ مسلمانوں کو لڑائی سے ڈراتے ہیں یہ بات ناممکن ہے کہ ان کے پاس مسلمانوں سے لڑائی کے جواز پر کوئی واضح شبہ ہو اور ہو بھی کیونکر جبکہ وہ اپنی اس رعایا کی اکثر عورتوں کو قیدی بنا چکے ہیں جس نے ان سے لڑائی نہیں کی حتی کہ لوگ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ مزارات کی تعظیم تو کرتے ہیں لیکن ان میں موجود اموال لے لیتے ہیں اور کسی شخص کو تعظیم تو کرتے ہیں اور اس سے تبرک بھی حاصل کرتے ہیں لیکن اس کے کپڑے بھی اتار لیتے ہیں اور اس کی بیویوں کو قید کرلیتے ہیں اور اسے ایسے سخت سزائیں دیتے ہیں جو صرف بہت بڑے مجرم کو دی جاسکتی ہیں جبکہ دینی تاویل کرنے والا صرف نافرمان کو ہی سزا دیتا ہے جبکہ وہ اسے ہی سزا دیتے ہیں جس کی وہ حد سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ان کے نزدیک اللہ سے بھی زیادہ قابل اتباع ہے(نعوذ باللہ من ذلک)تو ان کے پاس کیا تاویل ہوسکتی ہے؟ پھر اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ متأول (مجبور)ہیں پھر بھی ان کی تاویل جائز نہ ہو گی بلکہ خارجیوں اور مانعین زکاۃ کی تاویلات تو ان کی تاویلات سے زیادہ مناسب تھیں۔

میں کہتا ہوں کہ:مرتدین کے حامی ومددگار متعین طور پر کافر ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب اور طلیحۃ الاسدی کے پیروکار مرتدین کے خلاف قتال کیا ان کے گروہ میں مارے جانے والوں کو جہنمی قرار دیا جبکہ مارے جانے والے افراد بلاشبہ متعین ومعلوم تھے ایسے اہل السنۃ والجماعۃ میں اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کسی یقینی کافر کے سوا متعین طور پر کسی پر کفر کا حکم لگانا جائز نہیں ہے البتہ یقینی کافر جیسے فرعون،ابلیس،ہامان،قارون،ابولہب،ابوجہل اور ان جیسے دیگر متعین کفار جو کفر پر ہی مرے ان کو یقین کی بناء پر کافر کہنا جائز ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی من مات علی الکفر لاینفعه عمل 196 / 1 میں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

(قلت یا رسول الله ان ابن جدعان کان فی الجاهلیة یصل الرحم و یطعم المسکین فهل ذلك نافعه؟ قال: لا ینفعه انه لم یقل یوما رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین)

''میں نے کہا یارسول اللہ عبد اللہ بن جدعان دور جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور محتاجوں کو کھانا کھلاتا تھا تو کیا یہ اسے نفع دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ اسے نفع نہیں دے سکتا کیونکہ اس نے ایک دن بھی ایسا نہیں کہا کہ اے میرے رب بروز جزاء میرے گناہ بخش دینا''۔

نیز انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

(ان رجلًا قال یا رسول الله أین أبي قال فی النار قال فلما قفی الرجل دعاه فقال ان ابی وابالك فی النار)

''ایک شخص نے کہا یارسول اللہ میرا والد کہاں گیا۔ فرمایا: آگ میں، پھر جب وہ آدمی چلا گیا آپ نے اسے بلوایا اور کہا بے شک میرے والد اور تیرے والد آگ میں ہیں''۔

مسلم باب بیان ان من مات علی الکفر فهو فی النا ر(196 / 1) نیز عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

(مااغنیت عن عمك فانه کان یحوطك ویغضب لك قال هو فی ضحضاح من نار ولولا ان لکان فی الدرك الاسفل من النار)

”آپ نے اپنے چچا (ابو طالب) کے لئے کچھ نہ کیا جبکہ وہ آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے غصہ ہوتے تھے آپ نے فرمایا وہ جہنم کی سطح کے قریب ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے ترین طبقے میں ہوتے“۔[1]

نیز صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ:

(فهل نفعه ذلك قال نعم وجدته في غمرات من النار فاخرجته الى ضحضاح)

”تو کیا اسے (ابو طالب) کو یہ (خدمات) نفع دیں گی آپ نے فرمایا: ہاں میں نے انہیں جہنم کی لپیٹوں میں پایا تو میں انہیں جہنم کی سطح کے قریب لے آیا“۔

نیز ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

(لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل في ضحضاح من النار يبلغ كعبيه يغلي منه دماغه)

”شاید کہ اسے بروز قیامت میری سفارش فائدہ پہنچادے، پھر اسے جہنم کی سطح کے قریب کر دیا جائے آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے جس کی وجہ سے اس کا دماغ کھولے گا“۔[2]

[1] بخاری مع الفتح کتاب مناقب الانصار باب قصة ابی طالب: 7/193، مسلم کتاب الایمان باب التخفیف عن ابی طالب مع شرح مسلم للنووی: 3/84

[2] بخاری مع الفتح: 7/93 کتاب مناقب الانصار باب قصة ابی طالب، مسلم مع شرح نووی کتاب الایمان باب التخفیف عن ابی طالب: 3/85

نیز صحیح مسلم مع شرح نووی:85/3 کتاب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اھون اھل النار عذابا ابوطالب وھو منتعل بنعلین یغلی منھما دماغه)

''جہنم والوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کا ہے اور وہ آگ کی دو جوتیاں پہنے ہوئے ہے ان جوتیوں کی وجہ سے اس کا دماغ کھولتا ہے''۔

امام نووی شرح مسلم (79/3) میں حدیث کہ ''میرے والد اور تیرے والد آگ میں ہیں'' کی شرح میں فرماتے ہیں: ''اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو حالت کفر میں مرے وہ جہنمی ہے اور اسے اس کے قریبی رشتہ دار بھی نفع نہ پہنچا سکیں گے اگرچہ وہ اللہ کے مقربین میں سے ہوں''۔

نیز عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے والد حصین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے:

(ارایت رجلا کان یقری الضیف ویصل الرحم مات قبلك وھو ابوك فقال ان ابی وابالك وانت فی النار)

''اس شخص کے متعلق بتایئے جو مہمان نوازی اور صلہ رحمی کرتا تھا اور آپ سے پہلے ہی مر گیا اور وہ آپ کا والد ہے آپ نے فرمایا بے شک میرا والد اور تیرے والد اور تو خود جہنمی ہیں''۔ چنانچہ حصین بھی مشرک ہی مرا۔[1]

نیز سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا:

[1] ملاحظہ ہو مجمع الزوائد للھیثمی: 1/117 امام ہیثمی فرماتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں)

(یا رسول الله این ابي؟ قال فی النار قال أین ابوك؟ قال حیثما مررت بقبر کافر فبشره بالنار)

”یارسول اللہ میرے والد کہاں ہیں فرمایا: جہنم میں اس نے کہااور آپ کے والد فرمایاتو جہاں بھی کسی بھی کافر کی قبر سے گزرے تو اسے جہنمی ہونے کی خوشخبری دے دے“۔[1]

نیز ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ:

(قلت یا رسول الله ان عمی هشام ابن المغیرة کان یطعم الطعام ویصل الرحم ویفعل ویفعل فلو ادرکك اسلم فقال رسول الله ﷺ کان یعطی للدنیا وحمدها وذکرها ما قال یوم قط اللهم اغفرلي یوم الدین)

”میں نے کہا یارسول اللہ میرے چچاہشام بن مغیرہ کھانا کھلاتے اور صلہ رحمی کرتے اور فلاں فلاں کام کرتے تھے اور اگر آپ کو پالیتے تو اسلام لے آتے۔ آپ نے فرمایا: وہ دنیا اور دنیا میں تعریف اور دنیا کی شہرت کے لئے کرتا تھا اور اس نے ایک دن بھی نہیں کہا کہ یا اللہ بروز جزاء مجھے بخش دینا“۔[2]

نیز سلمہ بن یزید الجعفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں:

---

[1] امام ہیثمی مجمع الزوائد :1/118 میں فرماتے ہیں: ”اسے بزار اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور یہ اضافہ بھی کیا کہ وہ دیہاتی مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے انتہائی مشکل کام سونپا ہے میں جس مشرک کی قبر سے بھی گزروں اسے جہنمی ہونے کی بشارت دیتا ہوں اور اس حدیث کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں۔

[2] امام ہیثمی مجمع الزوائد :1/118 میں فرماتے ہیں: اسے ابویعلیٰ نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں۔

(انطلقت انا واخی وابی الی رسول الله ﷺقال قلنا یا رسول الله ان امنا ملیکۃ کانت تصل الرحم وتقری الضیف وتفعل وتفعل هلکت فی الجاهلیة فهل ذلك نافعها شیئا قال لا قلنا فانها وأدت اختا لها فهل ذلك نافعها شیئا قال الوائدة والموؤدة فی النار الاان تدرك الوائدة الاسلام لیعفوالله عنها)

"میں اور میرا بھائی اور میرے والد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہماری ماں ملیکہ جاہلیت میں مر گئی اور وہ صلہ رحمی کرتی تھی، مہمان نوازی کرتی تھی اور فلاں فلاں کام کرتی تھی تو کیا یہ اسے کچھ فائدہ دے گا آپ نے فرمایا نہیں کہتے ہیں ہم نے کہ اس نے اپنی ایک بہن کو زندہ در گور کر دیا تھا تو کیا یہ اسے (یعنی ہماری خالہ جسے ہماری ماں نے زندہ در گور کیا) فائدہ دے گا آپ نے فرمایا زندہ در گور کرنے کرنے والی اور زندہ در گور کی گئی دونوں جہنمی ہیں الا یہ کہ در گو کرنے والی اسلام لے آئے تاکہ اللہ اس سے در گزر فرمادے"۔[1]

اس کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مرتدین مقتولین کے متعلق جہنمی ہونے کی شہادتیں دی تھیں جبکہ وہ متعین اور معلوم افراد تھے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں چنانچہ امام ثوری کی سند سے مروی ہے وہ قیس بن مسلم سے اور وہ طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ "جب بزاخہ یعنی اسد اور غطفان کا وفد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کرنے کے لئے آیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اختیار دیا کہ یا تو انتہائی سخت جنگ کریں یا انتہائی رسوائی کے تیار رہیں، تو وہ کہنے لگے اللہ کے رسول کے خلیفہ سخت جنگ سے تو ہم واقف ہیں یہ انتہائی رسوائی کیا ہو گی؟ فرمایا تم سے تمہارے دودھ دینے والے چوپائے اور قابل زراعت زمینیں لے لی جائیں گی اور تمہیں ایسی قوم کی حیثیت دی جائے گی جو اونٹوں کے پیچھے چلتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے خلیفہ اور مومنوں کو کوئی ایسی بات سجھادے کہ وہ اس کے سبب تمہیں

[1] امام ہیثمی مجمع الزوائد :1/119 میں فرماتے ہیں :اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں اور طبرانی نے کبیر میں اسی طرح روایت کی ہے۔

معذور قرار دے دیں نیز تم نے ہم سے جو کچھ لیا ہے وہ واپس کروگے اور ہم نے تم سے جو کچھ لیا وہ واپس نہ کریں گے اور تم اپنے مقتولین کے متعلق گواہی دوگے کہ وہ جہنمی ہیں اور ہمارے مقتولین جنتی ہیں اور تم ہمارے مقتولین کی دیت دوگے اور ہم تمہارے مقتولین کی دیت نہیں دیں گے تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے آپ کی یہ بات کہ تم ہمارے مقتولین کی دیت دوگے تو حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مقتولین تو اللہ کے حکم کی بناء پر قتل کئے گئے چنانچہ ان کی دیت نہیں ہونی چاہیے چنانچہ عمر رک گئے اور دوسری مرتبہ میں عمر t نے کہا آپ کی رائے ہی بہتر ہے"۔[1]

البتہ امام بخاری نے یہ روایت ثوری کی سند سے مختصر اروایت کی ہے کہتے ہیں: "مجھے قیس بن معمر نے طارق بن شہاب سے روایت بیان کی انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے بزاخہ کے وفد سے کہا کہ تم اونٹوں کی دموں کے پیچھے چلوگے حتیٰ کہ اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور مہاجرین کو کوئی بات سجھادے کہ وہ اس کی وجہ سے تمہیں معذور قرار دے دیں"۔[2] اسی وجہ سے حافظ ابن حجر (فتح الباری:13/210) میں فرماتے ہیں: اور ان کا قول کہ "تمہارے مقتولین جہنمی ہوں گے" اس کا معنی ہے کہ دنیا میں ان کی دیتیں نہ ہوں گی کیونکہ وہ اپنے شرک پر ہی مرے لہٰذا ان کا قتل حق ہے چنانچہ ان کی دیت نہیں ہوگی۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں: ظاہر یہی ہوتا ہے کہ انہیں ایک ٹارگٹ تک مہلت دینے کا مطلب یہ تھا کہ ان کی توبہ اور نیکی اور اسلام کی عمدگی ظاہر ہو جائے۔[3]

ان آثار سے ہمارے موقف (کہ مرتدین کے مقتولین متعین طور پر جہنمی اور کافر ہوں گے) کی دلیل یہ ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفد بزاخہ اسد وغطفان سے کہا کہ "تمہارے مقتولین جہنمی ہوں گے" اور

---

[1] ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 3-6/351، نیز ابو بکر باقلانی نے اسے المستخرج یں اور حمیدی نے الجمع بین الصحیحین میں اور برقانی نے اسے بخاری کی سند سے ہی تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے جبکہ بخاری نے مختصر روایت کی ہے ملاحظہ ہو فتح الباری: 13/210

[2] صحیح بخاری مع الفتح کتاب الاحکام باب الاستخلاف: 13/206 حدیث نمبر 7221

[3] فتح الباری: 13/211

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان سے موافقت کی لہٰذا یہ مرتدین کے حامی و مدگارو کے متعین طور پر کافر ہونے پر صریح اجماع سکوتی ہے۔

کیا طاغوت کے حامیوں اور مدد گاروں کے متعلق یہ شرط لگائی جائے گی کہ ان میں اسباب کفر وافر طور پر موجود ہوں اور موانع کفر نہ ہوں؟

لیکن کیا طاغوت کے حامیوں اور مدد گاروں کے متعلق یہ شرط لگائی جاسکتی ہے کہ ان میں اسباب کفر بہت زیادہ ہوں نیز موانع کفر (وہ سبب جو انہیں کافر قرار نہ دینے دے) بھی نہ ہوں؟ اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ: اہل علم کے نزدیک کسی کو کافر قرار دینے کا اصول یہ ہے کہ جو شخص ایسی بات کہے یا ایسا کام کرے جس کے مرتکب کے کافر ہونے کا فیصلہ شارع نے دیا ہو تو وہ اس کفریہ قول کے کہنے یا اس کفریہ فعل کے کرنے کے ساتھ ہی کافر ہو جائے گا بشرطیکہ اس کے حق میں اسباب کفر وافر ہوں اور موانع کفر بھی نہ ہوں۔

<u>کفر کا حکم لگانے کی شروط درج ذیل ہیں:</u>

کفریہ قول و فعل کا مرتکب عاقل ہو، بالغ ہو تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔

اور اس کے حق میں موانع تکفیر (موانع جمع ہے مانع کی اس سے مراد رکاوٹ ہے یعنی اس پر کفر کا حکم لگانے میں جو چیز رکاوٹ ہو اسے مانع کہتے ہیں) سے مراد ہے کہ وہ بچہ نہ ہو، نہ ہی پاگل یا ناقص العقل ہو، اور نہ ہی حکم شرعی سے جاہل ہو، نیز اس سے کفریہ قول و فعل حالت نیند یا بھول سے یا عقل ختم ہونے کے وقت صادر نہ ہوا ہو، جیسے شدید ترین غصے یا شدید ترین خوشی کی حالت میں جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے کہا تھا(اللھم انت عبدی وانا ربك اخطأ من شدة الفرح) "یا اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں اس نے خوشی کی شدت سے غلط کہہ دیا"۔ اور اجتہاد کرنے میں غلطی یا دلیل شرعی کا کفر پر قطعی الدلالۃ نہ ہونا، یا قول و فعل کا کفر ہونے میں غیر صریح ہونا بھی موانع

کفر میں داخل ہے۔لیکن ان شروط اور موانع کا اعتبار اس شخص کے متعلق ہو گا جس پر قدرت پالی جائے لیکن جس کے خلاف طاقتور ہونے کی وجہ سے یا کسی جماعت کے ہونے کی وجہ سے کاروائی نہ کی جاسکتی ہو اس کے متعلق ان شروط کا اعتبار نہیں کیاجائے گا جیسے مرتدین اور مانعین زکاۃ اور طاغوت کے حامی ومددگاران کے متعلق شروط تکفیر کے وافر ہونے اور موانع کفر کے نہ ہونے کی شرط نہیں لگائی جائے گی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور مانعین زکاۃ سے قتال کیا جبکہ ان کے حق میں شروط کفر وافرنہ تھیں نہ ہی موانع کفر کا معاملہ واضح تھااور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرتدین جو عرب کے بہت سے قبیلے تھے ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ اس شرط کے وجود یاعدم وجود کو معلوم کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی اور اس بارے میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایۃ والنہایۃ :342/6-3میں فرماتے ہیں:"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو بہت سے قبیلے مرتد ہوگئے اور مدینہ میں نفاق عام ہو گیااور بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کے پاس اور بہت سے لوگ یمامہ چلے گئے اور بنو اسد اور بنو طے اور بہت سے لوگ طلحہ اسدی کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس نے بھی مسیلمہ کذاب کی طرح نبوت کا دعویٰ کر دیااور صورتحال بگڑی حالات انتہائی سنگین ہوگئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو بھی روانہ کر دیا لہٰذا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس لشکر کم پڑ گیا تو بہت سے بدو مدینہ کی طرف نیت خراب کرنے لگے اور ایک دوسرے کو اس پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کرنے لگے چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے راستوں پر چوکیدار متعین کر دیئے جو چھوٹے لشکروں کے ساتھ پہرہ دیتے........

نیز محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مکہ کی مسجد حرام اور مدینہ کی مسجد نبوی والوں کے علاوہ سارا عرب مرتد ہو گیا اسد،غطفان مرتد ہو گئے ان کا بڑا طلیحہ بن خویلد الاسدی کاہن تھا اور کندہ اوران کے اریب قریب کے علاقے والے بھی مرتد ہو گئے اور ان کا بڑا اشعث بن قیس کندی تھا اور مذحج اور اس کے قریب کے علاقے والے مرتد ہوگئے اور ان کا بڑا اسود بن کعب عنسی کاہن تھا اور ربیعہ معرور بن نعمان بن منذر کے ساتھ مرتد ہوگئے اور حنیفہ مسیلمہ بن حبیب

کذاب کے ساتھ مل گئے اور سلیم فجاۃ جس کا نام انس بن عبد یا لیل تھا کے ساتھ مل گئے اور بنو تمیم سجاح کاہنہ کے ساتھ مل گئے"۔[1] واضح رہے یہ سب مختلف قبائل کے نام ہیں)

میں کہتا ہوں: ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب ارتداد سارے عرب میں پھیل گیا تو کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق شروط کفر وافر ہونے اور موانع کفر کے نہ ہونے کا اعتبار کیا ہو؟ اور ایسا کرنے کے بعد ہی ان سے قتال کیا ہو؟ یہ ناممکن ہے اسی بناء پر انہوں نے ان سے قتال میں تیزی دکھائی کیونکہ مرتدین کے پاس طاقت تھی یا جماعت تھی امام یا خلیفہ وقت کے قبضے میں آنا اور پھر امام یا خلیفہ وقت کا انہیں اسلامی احکامات کا پابند کرنا ناممکن تھا کیونکہ ان کے پاس اپنی قوت اور اپنی جماعت تھی اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جس پر اس کی قوت یا عددی کثرت کی بناء پر قابو نہ پایا جاسکتا ہو اس کے متعلق شروط کفر کے وافر ہونے اور موانع کفر کے نہ ہونے کا اعتبار ممکن نہیں رہتا اس لئے ان کے بغیر ہی اس سے قتال کیا جاتا ہے اور اس لئے بھی کہ جن پر قابو پالیا جائے اور جن پر قابو نہ پایا جاسکتا ہو دونوں کا حکم مختلف ہوتا ہے مثلاً جس کے پاس قوت ہو یا عددی کثرت یا وہ جماعت ہوں جیسے باغی، یا ڈاکو ہوں، یا جنگجو ہوں، یا مرتدین اور ان جیسے دیگر تو علماء ان میں مقدور غلبہ (یعنی جس پر قابو پالیا جائے) اور غیر مقدور علیہ (یعنی جس پر قابو نہ پایا جاسکتا ہو) کا فرق کرتے ہیں۔

چنانچہ امام ابو بکر الحسینی الشافعی اپنی کتاب کفایۃ الاخبار صفحہ 491 باب قتال البغاۃ میں فرماتے ہیں:"باغیوں سے تین شرطوں کے ساتھ لڑا جاسکتا ہے:

1): ان کے پاس قوت ہو۔

2): وہ امام کے قابو سے باہر ہوں۔

3): ان کے پاس کوئی وجہ جواز ہو۔

[1] ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 3-6/344

پھر صفحہ 492 پر اس کی شرح میں فرماتے ہیں:" باغیوں کی چند صفات ہوتی ہیں جن کی بناء پر وہ امام سے دیگر بغاوت کرنے والوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان کے پاس قوت ہو، اس طرح کہ عددی کثرت ہو کہ امام کو انہیں تابع کرنے میں مشکلات در پیش ہوں اور مال وزر خرچ کرنا پڑے اور افراد تیار کرنا پڑیں اور باقاعدہ لڑائی لڑنا پڑے اور اگر وہ چند افراد ہوں جن پر قابو پانا آسان ہو پھر وہ باغی نہیں اور محقق علماء کے نزدیک راجح قول کے مطابق ان کے کسی بستی یا صحراء میں اکیلے ہونے کی شرط نہیں لگائی جائے گی، رافعی کہتے ہیں:"بسا اوقات امام کے قبضے سے نکل جانے کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے اور شیخ کے نزدیک دوسری شرط یہی ہے"۔

میں کہتا ہوں: ان کے قول میں شیخ سے مراد امام اصبہانی ہیں جنہوں نے متن الغایۃ اور تقریب لکھی ہے اور یہ اس لئے کہ کفایۃ الاخبار اسی متن مذکور کی شرح ہے۔

نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مجموع الفتاویٰ: 28/349 میں فرماتے ہیں:

"اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان کے لئے شریعت کی بیان کردہ سزائیں دو طرح کی ہیں:

(۱): مقدور علیہ (جس پر قابو پالیا جائے)۔

(۲): غیر مقدور علیہ (جس پر قابو نہ پایا جاسکتا ہو) کی سزائیں مثلاً وہ جماعت جس کے پاس طاقت ہو اور اس سے لڑے بغیر اس پر قابو نا ممکن ہو"۔

نیز امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" وہ امام کی بغاوت کر کے اور اس کی اطاعت چھوڑ کر یا ان کے ذمے اس کے حق کی ادائیگی سے رک کر امام کی مخالفت کرنے والے (باغی) ہیں شرط یہ

ہے کہ ان کے پاس قوت ہو یا کوئی تاویل ہو اوران میں کوئی ایسا ہو جس کی اطاعت کی جاتی ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا کوئی امیر بھی ہو۔[1]

اس کے شارح خطیب شربینی (مغنی المحتاج: 124-123/4) میں فرماتے ہیں:

"امام کے مخالفین باغی قرار پائیں گے بشرطیکہ ان کے پاس شوکت ہو یعنی کثرت و قوت اگرچہ کسی قلعہ میں ہی ہو جہاں قلعہ بند ہو کر امام سے مقابلہ ممکن ہو اور انہیں فرمانبردار بنانے کے لئے مال خرچ کرنے اور افراد حاصل کرنے کی ضرورت پڑے......... پھر فرماتے ہیں: اور انہیں باغی قرار دینے کی یہ شرط کہ "ان میں کوئی ایسا ہو جس کی اطاعت کی جاتی ہو، یعنی اس کی اتباع کی جاتی ہو۔ جس کی وجہ سے انہیں قوت حاصل ہو اگرچہ ان کا کوئی امیر مقرر نہ ہو جس سے وہ مشورہ کرتے ہوں کیونکہ اگر کوئی مقتدی انہیں متحد نہ رکھے تو ایسے طاقتور لوگ نہیں بن سکتے اور یہی بات رافعی نے امام کے متعلق نقل کی ہے اور ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام قوت کے حصول کے لئے شرط ہے نہ کہ الگ مستقل شرط ہے مستقل شرط قوت ہے جیسا کہ ان کی کتاب اور تحریر سے واضح ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تحریر میں صرف دو شرطیں (۱): ان کے پاس قوت ہو۔ (۲): لڑائی لڑے بغیر ان پر قابو نہ پایا جاسکتا ہو۔ لکھی ہیں اور کسی مقتدی کے ہونے کو حصول قوت کو قید قرار دیا ہے۔

نیز احکام القرآن للجصاص 52/4 میں ہے:

"یہ بات طے ہے کہ مرتدین کے متعلق اس سلسلے میں اختلاف نہیں ہے کہ قابو پالینے کے بعد توبہ کرنے سے ان سے سزا ساقط ہو جائے گی ایسے ہی قابو پالیے جانے سے پہلے بھی توبہ ان سے سزا ساقط کر دیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قابو پالیے جانے سے پہلے اور بعد ان کی توبہ

[1] منهاج الطالبين كتاب البغاة

میں فرق کیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مراد ہے: اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَيۡهِمۡ‌ۚ[1] "سوائے ان لوگوں کے جو اس سے پہلے توبہ کرلیں کہ تم ان پر قابو پالو"۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ: باغیوں سے حد کے ساقط ہونے کی شرط یہ ہے کہ قابو پالیے جانے سے پہلے ہی وہ توبہ کرلیں البتہ کفر کی تہمت ان سے توبہ کے سبب ہر حال میں ساقط ہو جائے گی خواہ قابو پالیے جانے سے پہلے توبہ کریں یا بعد میں۔

نیز خطیب شربینی مغنی المحتاج 140/4 میں فرماتے ہیں:

"اور مرتد اگر جنگ کرے تو اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا"۔

میں کہتا ہوں: اس کی وجہ یہ ہے کہ قابو پائے جانے سے پہلے جب وہ جنگ کر رہا ہو گا تو لازماً وہ قوت اور کثرت میں ہو گا۔

اور ابن رشد بدایۃ المجتہد 357/2 میں "باغی کی توبہ کی وجہ سے اس سے حد ساقط ہو جائے گی" اس سلسلے میں فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ اس کی توبہ اس صورت میں صحیح ہو گی جب وہ امام کے پاس قابو پالے جانے سے پہلے ہی تائب ہو کر آجائے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر وہ قابو پائے جانے سے پہلے توبہ کا فقط اعلان کر دے تب بھی توبہ صحیح ہے (یعنی اگر چہ تائب ہو کر امام کے پاس آئے) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دونوں باتیں ممکن ہیں لیکن جس باغی کی توبہ قبول کی جاسکتی ہو اس کی صفات کیا ہوں گی اس بارے میں تین اقوال ہیں: 1): وہ دارالحرب میں چلا جائے۔2): اس کی جماعت ہو۔3): جیسا بھی ہو اس کی جماعت ہو یا نہ ہو وہ دارالحرب میں چلا جائے یا نہ جائے۔

نیز شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (الصارم المسلول: 255) میں فرماتے ہیں: "عہد توڑنے والے دو طرح کے ہیں (۱): طاقتور جس پر لڑے بغیر قابو نہ پایا جاسکے۔(۲): جو مسلمانوں کے قابو میں

[1] مائدۃ: 34

ہوں۔ پہلی قسم کے لوگوں سے مراد ہے کہ ان کے پاس قوت وشوکت اور اسی کی بناء پر وہ امام کو جزیہ دینے یا ریاستی قوانین ماننے سے انکار کردیں جبکہ ان پر کسی نے ظلم بھی نہ کیا ہو یا وہ دارالحرب کو اپنا وطن بنالیں تو یہ لوگ بالاجماع عہد شکن کہلائیں گے۔ نیز صفحہ 265 پر ذمیوں کی عہد شکنی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دوسری قسم کے لوگ جب امام کے حکم سے نہ رکیں تو ابو حنیفہ کے نزدیک یہ عہد شکن نہ ہوں گے اور ان کے نزدیک ذمیوں کا عہد اسی صورت میں ٹوٹ سکتا ہے جب ان کے پاس قوت وشوکت ہو جس کی بناء پر وہ امام کی اطاعت سے رک جائیں اور ان پر احکامات شرعیہ کا اجراء ممکن نہ رہے یا وہ دارالحرب میں چلے جائیں کیونکہ اگر وہ طاقتور نہ ہوتے تو امام کے لئے ممکن تھا کہ ان پر حدود کو نافذ کردے اور ان سے حقوق حاصل کرنے اس صورت میں وہ قصور وار ہوں گے جس طرح امام سے باغی غیر طاقتور شخص قصور وار ہوتا ہے"۔

میں کہتا ہوں: طاقتور اور جو قابو میں ہو ان کے متعلق علماء باغی یا مرتد یا جنگجو کا حکم لگانے میں فرق کرتے ہیں ان میں سے جو طاقتور ہو یا تعداد میں ہوں جیسے طاقتور جماعت اور یہ امام کے قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ کرلیتے ہیں ان کی توبہ قبول کی جائے گی اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قابو پائے جانے سے پہلے اور بعد میں توبہ میں فرق کیا ہے چنانچہ فرمایا: اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡهِمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ۔ [1] "مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اس سے پہلے ہی کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"۔ اسی بناء پر شیخ الاسلام الصارم المسلول 388-387 پر فرماتے ہیں: "جان لیجئے کہ یہ آیت فساد کرنے والوں کی بہت سی اقسام کو جمع کررہی ہے اور اس آیت کی اس عنوان پر جہت قول دلالت ہے شرط یہ ہے کہ اس میں غور وفکر کیا جائے نیز میرے علم کے مطابق کوئی شئے اس دلالت کی نفی بھی نہیں کرتی سو اگر کوئی کہے کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ "یہاں بغاوت سے مراد قوت کے ساتھ بغاوت کرنا ہے" یہ ہے فرمایا: اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡهِمۡ "مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اس سے پہلے ہی کہ تم ان پر قابو پاؤ" کیونکہ یہ

[1] مائدة: 34

قابو پالینا اسی شخص کے متعلق کہا جاسکتا ہے جو طاقتور ہو جبکہ شاتم (نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا) طاقتور نہیں ہوتا تو اس کی اس بات کے بہت سے جوابات ہیں:

1 اگر مستثنیٰ کیا گیا شخص طاقتور ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسے اس آیت کے حکم سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا وہ بھی طاقتور ہو کیونکہ ممکن ہے کہ یہ آیت ہر اس باغی کے متعلق عام ہو جو زبان سے بغاوت کرے یا ہاتھ سے پھر اس میں سے اس طاقتور کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو جو قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ کرے چنانچہ جس پر قابو پالیا گیا ہو وہ تو مطلق رہا(یعنی اس کی توبہ قضاءً تو معتبر نہ ہوگی البتہ دیانۃً اللہ اور اس کے رسول کے مابین ہیں۔ واللہ اعلم۔ مترجم) اور جو طاقتور ہو اگر وہ بھی قابو میں آنے کے بعد توبہ کرے تو وہ بھی اطلاق میں داخل ہو گیا۔ نیز الصارم المسلول ہی کے صفحہ 369 پر بیان کرتے ہوئے کہ "جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہاتھ سے یا زبانی بغاوت کرتے ہوئے مرتد ہو جائے اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ اس کا کفر اور اس کا جرم بہت بڑا ہے"۔ فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہاتھ یا زبان سے بغاوت کرتے ہوئے مرتد ہو جائے تو سنت جو کہ اللہ کی کتاب کی تفسیر ہے وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے جو کفر میں بڑھتا ہی رہے اس کی توبہ اس سے قبول نہیں کی جاتی"۔

میں کہتا ہوں: ائمہ دین اور علماء کبار سے نقل کردہ ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ مرتدین کے مددگاروں کی متعین طور پر کافر ہونے کے متعلق یہ شرط نہیں لگائی جائے گی کہ ان میں اسباب کفر وافر ہوں نیز موانع کفر بھی نہ ہوں نہ ہی ان سے توبہ کے مطالبے کی شرط لگائی جائے گی جب تک کہ ان پر قابو نہ پایا جاسکے کیونکہ وہ قوت اور تعداد کے ساتھ احکامات شرعیہ سے باغی ہیں نیز خلفاء راشدین کا مرتدین اور مانعین زکاۃ نیز باغیوں اور فسادیوں جیسے ڈاکوؤں اور راہزنوں سے قتال بھی اس بات کی دلیل ہے اور بعینہ یہی حکم طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں پر بھی ثابت ہوگا کیونکہ ان کے مرتد ہونے کی بنیاد واضح ہے اور ان کا اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول سے

جنگ کرنا بھی طے شدہ ہے اور ان کے کفر میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب وہ دین کو اور مخلص دینداروں کو بجائے دوست بنانے اور ان کی مدد کرنے کے نقصانات پہنچاتے ہیں اورانہیں ایذائیں دیتے ہیں اور کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں اور طاغوت اور شیطان کے غلبے کے لئے اور امریکہ کے مسلمانوں پر غلبے کے لئے ان کی جنگ لڑتے ہیں اس کے باوجود بھی اگر کوئی کہے کہ کتاب وسنت اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے کہ مرتد کی توبہ ہر حال میں قبول کی جائے گی خواہ وہ فقط مرتد ہو یا مرتد ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں دیگر اسباب کفر بھی ہوں اور اس کا کفروارتداد زبانی ہو یا ہاتھ کے ذریعے یا کسی بھی طرح توبلاشبہ اس نے واضح غلطی کی اور ہمارے ذکر کردہ دلائل وآثار واقوال میں مطلوب ومقصود پوری طرح واضح اور سمجھ میں آنے والا ہے۔واللہ ھو الموفق للصواب

(واضح رہے کہ کوئی کافر یا مرتد یا باغی اپنے کفر میں کس قدر بڑھ جائے اگر صدق دل سے توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ[1]

"یقیناً اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے سوا جس کے لئے چاہے گا بخشش فرمادے گا"۔

یعنی اگر کوئی شرک وکفر پر ہی مر گیا تو اس کے لئے بخشش نہیں ہے البتہ اگر مرنے سے پہلے توبہ کرلی تو اللہ بخشنے پر قادر ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لیکن بعض صورتوں میں بظاہر اس کی توبہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اگرچہ اس نے توبہ صدق دل سے کی ہو مثلاً اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتا ہے بغاوت کرتا ہے مرتد ہو جاتا ہے اور پھر امام المسلمین کے پاس اس سے پہلے ہی تائب ہو کر آجاتا ہے کہ مسلمانوں کا امام اس قابو پائے بشرطیکہ امام ہو اور جماعت بھی ہو اور اگر امام المسلمین نہ ہو نہ ہی جماعت ہو تو پھر موت سے پہلے توبہ کرکے طائفہ منصورہ کے ساتھ جاملتا ہے اوراپنی

[1] نساء:116

اصلاح کرلیتا ہے تو ان صورتوں میں اس کی توبہ کو ظاہر کے اعتبار سے بھی قبول کرلیا جائے گا لیکن اگر اس وقت تائب ہوتا ہے جبکہ امام المسلمین جنگ کے بعد اس پر قابو پالیں تو اس صورت میں بظاہر اس کی توبہ معتبر نہ ہوگی اگرچہ اس نے صدق دل سے توبہ کی ہو لہٰذا اس پر حد شرعی یعنی حد ارتداد نافذ کی جائے گی البتہ حقیقت کے اعتبار سے اللہ ہی دلوں کے حال جانتا ہے ممکن ہے وہ توبہ قبول کرلے اور اس کی نیت کے مطابق اسے دوبارہ زندہ کرکے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس صورت میں امام المسلمین کو اختیار ہوگا چاہے تو قتل کردے چاہے تو کوئی اور سزا دے یہی رائے اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصوب۔ مترجم)

کیا طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کا عذر جہالت قبول ہوگا؟

یہاں ہم ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف بھی اشارہ کردیں جسے بعض لوگ اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں وہ یہ کہ: کیا طاغوت کے حامیوں اور مددگاروں کا عذر جہالت قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ یعنی کیا لوگوں کا اس بات سے نابلد اور ناواقف ہونا کہ اللہ کے قوانین کو بدلنے والے حکام کافر اور مرتد ہوتے ہیں یہ جہالت اور ناواقفیت ان کے لئے اس بات کو جائز قرار دے سکتی ہے کہ وہ اس مرتد حاکم کے لشکر اور اس کی عسکری اور پرامن مہمات میں شامل ہوجائیں یا نہیں اور کیا ایسا کرنے والا اپنی جہالت اور نادانی کی بناء پر معذور قرار پائے گا یا نہیں؟

میں کہتا ہوں: ہم بیان کر آئے ہیں کہ مرتد حکام کے حامیوں اور مددگاروں کے کافر ہونے میں یہ شروط نہیں لگائی جاسکتیں کہ ان میں اسباب کفر وافر ہوں اور ان کے حق میں موانع کفر بھی نہ ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مرتد حاکم اور اس کی حکومت کو قوت کی بناء پر احکام شرعیہ سے بغاوت کرتے ہیں اور ہم یہ بتاچکے ہیں کہ جو کسی قوت یا عددی کثرت کی بناء پر بغاوت کرتا ہے اس کا حکم اس شخص سے مختلف ہوتا ہے جو مسلمانوں کے قابو میں ہوتا ہے یا امام کے زیر اختیار ہوتا ہے یا اس طرح کی کوئی اور صورت ہوتی ہے۔ اگرچہ جہل یعنی حکم شرعی سے ناواقفیت موانع کفر (ہم پہلے بتاچکے ہیں کہ اس سے مراد وہ

اسباب ہیں جن کی بناء پر کفر کا حکم نہ لگایا جاسکتا ہو۔مترجم) کی بحث میں ذکر کیا جاتا ہے لیکن علمأ نے جہل کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

1 جس جہالت کی بنأپر انسان معذور قرار پاتا ہے۔

2 جس جہالت کی بنأپر انسان معذور قرار نہیں پاتا۔

توجہاں جہالت انسان کے لئے عذر ثابت ہوتی ہے اس سے مراد وہ مسائل ہیں جن کی حقیقت واضح نہ ہو۔مثلاً وہ مخفی مسائل جن کے متعلق آئمہ اسلام میں اختلاف رہا ہے اور وہ ان میں متفق نہیں ہوسکے جیسے وہ اجتہادی مسائل جن میں آئمہ مجتہدین کے مختلف اجتہادات ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان مسائل قطعی الدلالۃ اور قطعی الثبوت نص نہیں ہوتا، یا ایسے ہی اگر کوئی نیا مسلمان ہوا ہو یا دور دراز کے کسی دیہات میں پلا بڑھا ہو جہاں کوئی احکامات شرعیہ کو جاننے والا نہ ہو یا احکامات شرعیہ کو جاننا کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو ان صورتوں میں جہالت عذر بن سکتی ہے۔لیکن جہاں جہالت کو ختم کرنا اور حکم شرعی سے واقف ہونا انسان کے لئے ممکن ہو یا مسائل ایسے ہوں کہ کسی کے لئے اس بات کی گنجائش نہ ہو کہ وہ ان سے جاہل اور کوراہی رہے (بشرطیکہ مجنون یا دیوانہ نہ ہو) مثلاً ایمان، توحید شرک و کفر، الولاء والبراء (اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی) ارکان اسلام، ارکان ایمان، نواقض اسلام اور نواقض ایمان کا علم، توحید کا اعتبار ختم کر دینے والے امور کا علم، اور حلال و حرام اور ایسے ہی دیگر مسائل کا علم کہ کسی بالغ اور عاقل کے لئے اس بات کی گنجائش نہیں ہوتی کہ وہ ان سے جاہل اور ناواقف رہے تو اس طرح کے مسائل میں جہالت اس کے لئے عذر نہیں بن سکتی خواہ وہ جاہل ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنی جہالت کو عذر بنائے کیونکہ اس پر فرض ہے کہ وہ ان مسائل کا علم حاصل کرے اور اہل علم سے ان کے متعلق سوال کرے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔[1] "پس تم اگر نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے سوال کرلیا کرو"۔ اب جو علم حاصل کرنے میں کمی کوتاہی کرے تو وہ معذور قرار نہیں پائے گا۔

قرافی مالکی (الفروق:4/264) میں فرماتے ہیں:

"قاعدہ شرعیہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ جہالت جس سے بچنا اور جسے دور کرنا مکلف کے لئے ممکن ہو وہ جہالت اس کے لئے عذر نہیں بن سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اپنی مخلوق کی طرف اپنے پیغامات دے کر بھیجا اور اس پر فرض کردیا کہ وہ ان پیغامات کا علم حاصل کریں اور ان کے مطابق عمل کریں چنانچہ علم حاصل کرنا اور عمل کرنا دونوں فرض ہیں جو نہ تو علم حاصل کرے نہ ہی عمل کرے اس نے دونافرمانیاں کیں اور دو فرائض کا تارک ہوا"۔

نیز ابن اللحام حنبلی (القواعد والفوائد الاصولیہ:58) میں فرماتے ہیں:

"کسی بھی حکم شرعی سے جاہل اس وقت معذور قرار پائے گا جب اس نے اس حکم کو سیکھنے میں کمی کوتاہی نہ کی ہو لیکن اگر اس نے اسے سیکھنے میں کمی کوتاہی کی ہو تو وہ یقیناً معذور نہیں ہوگا"۔

نیز امام شافعی (الرسالۃ:357) میں فرماتے ہیں:

"بعض علم ایسے ہیں کہ کسی بالغ عاقل کے لئے گنجائش نہیں ہوتی کہ وہ ان سے ناواقف رہے مثلاً پانچ نمازیں، اور ماہ رمضان کے روزے اور حج بیت اللہ جبکہ استطاعت ہو اور زکاۃ اور یہ کہ ان پر زنا قتل اور چوری اور شراب نوشی حرام ہے ایسے ہی دیگر احکام"۔

---

[1] نحل:43

نیز شیخ محمد بن عبد الوہاب النجدی فرماتے ہیں:

''جس پر (بسبب جہالت) حجت قائم نہیں ہو سکتی اس سے مراد وہ شخص ہے جو نو مسلم ہو یا کسی دیہات میں پلا بڑھا ہو یا مسئلہ مخفی ہو جیسے حرف عطف تو اسے اس وقت تک کافر قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک وہ ان سے واقف نہ ہو لیکن دین کی بنیادی باتیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے تو ان میں اللہ کی طرف سے قرآن کی صورت میں حجت قائم ہے جس تک قرآن پہنچ گیا گویا اس تک حجت بھی پہنچ گئی''۔[1]

نیز الدرر السنیۃ(8/224) میں فرماتے ہیں:

''شخص متعین جب ایسی بات کہے جو کفر کو لازم کرتی ہو تو اس پر کفر کا حکم اس وقت تک نہ لگے گا جب تک اس پر ایسی حجت قائم نہ کر دی جائے جس کا تارک کافر ہو جاتا ہے اور یہ اصول ان مخفی مسائل میں ہے جن کی دلیل بعض لوگوں پر پوشیدہ رہتی ہے لیکن ان میں سے اگر کوئی صاف اور واضح مسائل میں واقع ہو یا ایسے مسائل دین میں جو عام طور پر ہر ایک کو معلوم ہوتے ہیں تو ان کے قائل کے کفر میں توقف نہیں کیا جائے گا اور ہماری اس گفتگو کو ایسی لاٹھی مت سمجھو جسے تم اس شخص کے سینے پر مارنے لگو جو حجت قائم اور واضح ہو جانے کے بعد توحید عبادت اور توحید صفات سے رک جانے والے بشر کو کافر قرار دیتا ہو۔(یعنی اس کلام سے ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ۔ مترجم)

میں کہتا ہوں: کوئی بھی شخص اس بات کو عذر نہیں بنا سکتا کہ وہ مرتد حکام کی حالت سے جاہل ہے کیونکہ ان کا مرتد ہونا اور ان کا کفر بواح (ایسا کفر جس کے کفر ہونے میں شک نہ ہو) بالکل واضح ہے چنانچہ ان مرتد حکام کے حامی اور مددگار جہالت کو عذر نہیں بنا سکتے اس لئے کہ ان کی حالت سب کی آنکھوں کے سامنے ہے یہ مرتد حکام وضعی دستور اور کفریہ قوانین کے ذریعے فیصلے کرتے ہیں اور اللہ

[1] مجموعة مولفات الشيخ محمد بن عبدالوهاب:3/11۔

کے قانون کے مطابق فیصلے نہیں کرتے ۔اور شریعت سے زندگی کے تمام پہلوؤں میں اعراض برتتے ہیں اور جن امور کو اللہ نے حرام کیا ہے انہیں جائز قرار دیتے ہیں اور ان پر پابندی نہیں لگاتے مثلاً سود ،شراب اور دیگر حرام کردہ اموراور اشیاء اور جسے اللہ نے حلال کیا اسے ناجائز قرار دیتے ہیں مثلاً وہ حقیقی اور مخلص مومنین اور مسلمین کو اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں رہنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں بلکہ ان سے ایسی جنگ کرتے ہیں جس میں وہ اسلام اور اہل اسلام اور شریعت اور حاملین شریعت کے لئے ذرا بھی نرمی نہیں کرتے اور علماء کو قتل کرتے ہیں اور داعیانِ حق کو پھانسی دیتے ہیں اور اصل اسلام کو اختیار کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے والے نوجوانوں کو تاریک کوٹھریوں میں قید کرکے ایسا بدترین تشدد کرتے ہیں کہ نہ توزبان اسے بیان کرسکتی ہے نہ ہی تحریر اس کا احاطہ کرسکتی ہے اور یہود ونصاریٰ سے دوستیاں لگاتے ہیں اور امریکا اوراس کے اتحادی یورپی کفریہ ممالک کے لئے اسلامی ممالک میں کھلی چھٹی دیتے ہیں وہ جو چاہیں کریں اور انہیں ہر طرح کی سیکورٹی اور معلومات وغیرہ کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں اور امریکااور اس کے اتحادیوں کو کھلی اجازت دیتے ہیں کہ وہ جب چاہیں کسی بھی اسلامی ملک کی قیادت کی بے حرمتی کریں اور ان کی بندر گاہوں اور فضائی اڈوں پر قابض ہو جائیں اور یہودی اور صلیبی جنگجوؤں کے لئے راستے بناتے ہیں کہ وہ تیل کے ذرائع اور مقامات پر قابض ہوجائیں ان مرتد حکام نے اسلامی ممالک کو اپنے مفادات او رعیاشیوں کے عوض بندروں اور خنزیروں کی اولاد کے ہاتھوں گروی رکھ دیاہے اور دینی فرائض سے بالکل ہی غافل ہوچکے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے خائن اور مجرم بن چکے ہیں انہوں نے کرۂ ارض کی اسلامی چوتھائی سرزمین پر فساد مچارکھا ہے اور فسادیوں کو زندگی کے سیاسی،اقتصادی، عسکری،امنی،تربیتی،ثقافتی،علمی اور صنعتی تمام پہلوؤں میں مکمل اختیارات دے رکھے ہیں اور کفریہ نظام جس کالیڈر امریکہ ہے کے تحت ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پرلڑی جانے والی جنگ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی سرکوبی کی خاطر ان کے ساتھ ہر طرح کاتعاون جاری رکھے ہوئے ہیں اور انہیں ان تک رسائی فراہم کرتے ہیں اور انہیں پکڑ کر امریکاوغیرہ کے حوالے کرتے ہیں حالانکہ ان کاجرم یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور اسلام اور حاملین وداعیان اسلام کے حق کے لئے برسرپیکار ہیں۔

تو ان جرائم اور واضح کفر وارتداد کے باوجود بھی کیا کوئی مسلمان عاقل بالغ ان سے ناواقف اور جاہل رہ سکتا ہے ؟اور کیا ان کا ظاہری کفر وارتداد ان مخفی مسائل میں سے ہو سکتا ہے جن کی دلیل مسلمانوں سے پوشیدہ رہ گئی ہو ؟اور کیا کسی بالغ عاقل کے لئے ان مرتد حکام کی حالت سے جاہل اور ناواقف رہنے کی گنجائش ہو سکتی ہے ؟

جبکہ وہ مسائل جن میں وہ اللہ کے قوانین کی مخالفت کرتے ہیں ان کا تعلق ایمان اور دین کے بنیادی اصولوں اور دین کے انتہائی ضروری احکام سے ہے مثلاً اللہ کے نازل کردہ قوانین کے بغیر حکومت کرنا، یہود ونصاریٰ سے بے خوف وخطر دوستیاں اور تعلقات قائم کرنا وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی شخص کے لئے یہ بات قطعاً عذر نہیں بن سکتی کہ وہ اللہ کی شریعت کو بدلنے اور اس سے مرتد ہو جانے والے ان حکام کی حالت سے واقف نہ تھا اور جو اس بات کو اپنے لئے عذر بنائے تو اسے ان مسائل ایمان وکفر میں کمی کوتاہی کرنے والا مانا جائے گا جن کا علم حاصل کرنا فرض ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے کہ اگر معلومات نہ ہو تو اہل علم سے پوچھا جائے جیسا کہ فرمایا: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔[1]" نیز ہمارے اس دور میں ایسے بہت سے لوگ ہیں خاص طور پر اسلامی ممالک میں جو ان حکام کو کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں اور قیام حجت اور بلوغ محبت کے لئے صرف یہی ایک بات کافی ہے اگرچہ کچھ لوگ اس کے خلاف بھی ہیں۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ: مرتد حکام کی صفوں کھڑے فوجیوں اور ہمنواؤں کے لئے ایک عذر یہ بھی ہے کہ وہ علماء سوء کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کفریہ نظاموں کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں اور ان مرتد حکام کو مسلمان قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کے حکام ہونے کی حیثیت سے ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حاکموں کی بات سننا اور ماننا ضروری ہے اور ان کے خلاف بغاوت کرنا حرام ہے

[1] نحل:43

ایسا تو خارجی کرتے ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی تاویلات اور باطل اور جھوٹی باتیں بیان کرتے ہیں کہ ان مرتد حکام کے بازار میں ان کی اچھی قیمت مل جاتی ہے (فالعیاذ باللہ)

ہم کہتے ہیں: اللہ کے نازل کردہ دستور (قرآن و سنت) کے برعکس اپنے بنائے ہوئے دستور (وضعی قوانین) کے مطابق حکومت کرنے والے حکام کا شرعی جواز پیش کرنے والے علماء سوء کا پایا جانا اور ان کا حق کو چھپانا اور باطل کو ظاہر کرنا کسی کے لئے بھی عذر نہیں بن سکتا کیونکہ ان علماء سوء کے مخالف علماء حق اور علماء ربانیین اور داعیان حق بھی پائے جاتے ہیں جو اس طرح کے حکام کو ہمیشہ کافر قرار دیتے ہیں اور ہمارے خیال میں اب ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے جو اللہ کی شریعت کو بدلنے والے ان مرتد حکام کی حالت سے واقف نہ ہو اور یہ نہ کہتا ہو کہ ان حکام کا یہود و نصاریٰ سے دوستیاں کرنا، اور مجاہدین اور دیگر اسلامی تحریکوں کے خلاف امریکہ کی مدد کرنا کفر وارتداد ہے کیونکہ یہ تو دین اسلام میں ایک طے شدہ اصول ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین اور کفار کی مدد کرنا دین اسلام سے مرتد ہو جانا اور کفر ہے چنانچہ ان حکام اور ان کے ارتداد و کفر کو جاننے پہچاننے کے لئے بس یہی کافی ہے پھر اس میں مزید اضافہ یہ کیا جائے کہ یہ حکام دن رات اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانتیں کرتے ہیں علاوہ ازیں یہ حکام جو حرکتیں کرتے پس کوئی بھی عاقل بالغ مسلمان ان سے ناواقف ہو ہی نہیں سکتا الا یہ کہ وہ پاگل دیوانہ ہو۔

نیز کسی کے لئے علماء سوء کے افعال بد کس طرح عذر سکتے ہیں جبکہ گمراہ اماموں کی اتباع کو عذر بنانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ حجت نہ صرف پہنچ چکی ہے بلکہ قائم بھی ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر گمراہ کن علماء پائے جاتے ہیں تو لامحالہ ان کے مخالف اہل حق بھی پائے جاتے ہیں لہٰذا گمراہ اماموں کا پایا جانا ایسے علماء حق کے پائے جانے کو ناممکن نہیں کرتا جو اللہ کی حجتیں قائم کرتے ہوں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، لیڈروں، اور وڈیروں کی اتباع کرنے والوں کا کوئی عذر قبول نہیں نہ کرے گا چنانچہ فرمایا:

اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا وَ رَاَوُا الۡعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَاب، وَ قَالَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا لَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيۡهِمُ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَيۡهِمۡ وَ مَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ مِنَ النَّارِ۔[1]

”وہ وقت یاد کرو جب پیروی کئے جانے والے اپنے پیروکاروں سے بری ہو جائیں گے اور وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے تعلقات ختم ہو جائیں گے اور پیروی کرنے والے کہیں گے کاش ہم ایک دفعہ لوٹ جائیں پھر ہم ان سے اسی طرح بری ہو جائیں گے جس طرح (آج)وہ ہم سے بری ہو گئے اللہ انہیں ان کے اعمال ایسے ہی حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم سے نہ نکل سکیں گے“۔

نیز اللہ تعالیٰ کفار کا اللہ کا نازل کردہ دین اور احکامات سے اعراض برت کر اپنے آباء واجداد کی پیروی کرنے والوں کو بے وقوف قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ[2]

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ نازل کیا اس پر چلو تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم اس پر چلتے ہیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگرچہ ان کے باپ داداہ تو کچھ عقل رکھتے تھے اور نہ ہی ہدایت پر تھے“۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے بڑوں کی پیروی کرنے والوں پر لعنت فرمائی اور انہیں کافر قرار دیا چنانچہ فرمایا:

---

[1] بقرة: 166-167

[2] مائدة: 104

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَ اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا، خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا، يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا، وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا، رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا[1]

"اللہ نے کافروں پر یقیناً لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ تو وہ کوئی دوست پائیں گے نہ ہی کوئی مدد کرنے والا جس دن ان کے چہروں کو آگ میں الٹا پلاٹ (سیکا) جارہا ہو گا وہ کہہ رہے ہوں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کی اطاعت اور رسول کی فرمانبرداری کرلی ہوتی اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی لہٰذا انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا اے ہمارے پروردگار تو انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت فرما"۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کمزوروں کو بھی معذور نہیں مانا ہے چنانچہ جب ظالموں پر ملامت کرنے کے بعد ان سے الگ ہونا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ فرمائے گا اور انہیں کافروں والے عذاب میں مبتلا کر دے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ چنانچہ فرمایا:

وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ، قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ، وَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ

[1] احزاب:64-68

تَأْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [1]

''اور کاش کہ آپ دیکھ لیں کہ جب ظالموں کو ان کے رب کے پاس پیش کیا جائے گا وہ ایک دوسرے کو جواب دے رہے ہوں گے جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکے رکھا تھا؟ جب کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی؟ بلکہ تم تھے ہی مجرم اور وہ لوگ جنہیں کمزور سمجھا جاتا تھا متکبرین سے کہیں گے نہیں بلکہ تم دن رات مکر و فریب سے ہمیں حکم دیتے رہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شرکاء مقرر کریں اور وہ اپنے دلوں میں ندامت چھپا رہے ہوں گے جب وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ہم کافروں کے گلوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں صرف ان اعمال کی سزا دی جائے گی جو وہ کرتے رہے''۔

نیز ہمیشہ ہی ایسا ہوتا آیا ہے کہ اہل حق نے جب بھی حق کی دعوت دی تو بہت سے بڑے مجرم اور ان کے چیلے انہیں بے وقوف اور گمراہ قرار دیتے اور لوگوں کو ان کی بات ماننے سے روک دیتے یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کے ادوار میں گمراہ کرنے والے بکثرت موجود رہے ہیں اور یہ چیز بلوغ حجت اور قیام حجت سے مانع بھی نہ تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ [2]

''ہائے افسوس بندوں پر ان کے پاس جب بھی کوئی رسول آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا''۔

نیز فرمایا:

---

[1] سبا:33-31

[2] یٰس:30

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ اِنَّهُمۡ كَانُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ، وَ يَقُوۡلُوۡنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوۡۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ [1]

''ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں کیونکہ جب ان کے سامنے لا الٰہ الا اللہ کہا جاتا تو وہ تکبر میں آجاتے اور کہتے کیا ہم ایک شاعر دیوانے کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں''۔

چنانچہ گمراہ کرنے والے اماموں کی موجودگی مرتدین اور ان کے حامیوں کو کافر قرار دینے والے اہل حق کی موجودگی کے خلاف اور مانع نہیں ہے کیونکہ وہ لوگوں تک حق پہنچاتے ہیں اور ان پر حجت قائم کرتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ زمین پر اللہ کی جانب سے حجت قائم کرنے والے موجود ہوں اور پھر اسی دوران میں ان کی مخالفت اور لوگوں کو گمراہ کرنے والے نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ يُوۡحِىۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوۡهُ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُوۡنَ، وَلِتَصۡغٰۤى اِلَيۡهِ اَفۡـئِدَةُ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ وَلِيَرۡضَوۡهُ وَلِيَقۡتَرِفُوۡا مَا هُمۡ مُّقۡتَرِفُوۡنَ [2]

''اور ایسے ہی ہم نے ہر نبی کے دشمن بنادیئے انسانی شیطانوں اور جناتی شیطانوں سے وہ ایک دوسرے کو دھوکے دینے کے لئے چکنی چپڑی (بظاہر خوشنما) باتیں القاء (ڈالتے) کرتے اور اگر آپ کا رب چاہتا وہ ایسا نہ کرتے چنانچہ آپ انہیں اور ان کے جھوٹ کو رہنے دیجئے اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تاکہ وہ اسے پسند کرلیں اور تاکہ جن امور کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں آئندہ بھی کرتے ہی رہیں''۔

[1] الصافات:36-34

[2] انعام:113-112

نیز فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَ مَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ[1]

"اور ایسے ہی ہم نے ہر بستی کے بڑوں کو اس کا مجرم بنادیا تاکہ وہ ان میں سازشیں کریں اور در حقیقت وہ اپنے ساتھ ہی چالیں چلتے ہیں اور شعور نہیں رکھتے"۔

نیز فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا[2]

"اور ایسے ہی ہم نے ہر نبی کا کسی مجرم کو دشمن ضرور بنایا اور آپ کا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہے"۔

اہم بات یہ ہے کہ جب اللہ کی شریعت کو بدلنے والے اور یہود و نصاریٰ سے دوستیاں کرنے والے اور مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد کرنے والے ان مرتد حکام کے کفر وارتداد کو بیان کرنے والی ایک جماعت موجود ہے تو حجت پہنچ چکی اور قائم بھی ہوگئی اگرچہ اس کے مخالف علماء سوء اور گمراہ امام بھی پائے جائیں اور جس تک حجت پہنچ گئی اس پر فرض ہوگیا کہ اسے سمجھنے اور جاننے کی کوشش کرے اور گمراہ اماموں اور علماء سوء کی بات نہ مانے کیونکہ ان کی اتباع کرنا کسی جاہل کے لئے حجت نہیں بن سکتا نہ ہی اس طرح وہ معذور قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے کہ اس جہالت اور ناواقفیت کو دور کرنا اور حقیقت معلوم کرکے اس کے مطابق عمل کرنا ممکن ہے پھر بھی اگر کوئی مکلف اس سلسلے میں کوتاہی

---

[1] انعام:123

[2] فرقان:31

کرے تو وہ یقینا معذور نہیں ہو سکتا کیونکہ اس بات سے کسی عاقل بالغ کے ناواقف رہنے کی گنجائش قطعاً نہیں ہے الا یہ کہ وہ مجنون دیوانہ ہو۔ وباللہ نستعین

خلاصہ: کافروں اور ظالموں کے لشکریوں اور فوجیوں کا حکم وہی ہے جو ان کے بڑوں کا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے لشکریوں اور سپاہیوں کے ساتھ وہی معاملہ فرمایا جو خود فرعون کے ساتھ کیا کہ اسے اس کے سپاہیوں سمیت ہلاک کر دیا چنانچہ فرمایا:

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ، وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ، فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ، وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ، وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ[1]

"اور فرعون نے کہا اے سرداروں (وہ درباری جنہیں اس نے مختلف عہدے دے رکھے تھے) میں تمہارے لئے میرے سوا کوئی اور الہٰ خیال نہیں کرتا او ہامان تو میرے لئے اینٹیں پکا کر ایک قلعہ بنا شاید میں موسیٰ کے معبود تک پہنچ جاؤں اور میں اسے جھوٹوں میں شمار کرتا ہوں اور اس نے اور اس کے لشکریوں نے زمین پر ناحق تکبر کیا اور وہ یہ سمجھے کہ وہ ہماری طرف نہ پلٹیں گے سو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ لیا پھر ہم نے انہیں دریا میں پھینک دیا تو آپ دیکھیں ظالموں کا انجام کیا ہوا؟ اور ہم نے انہیں امام بنایا جو آگ کی طرف بلاتے اور بروز قیامت ان کی مدد نہ کی جائے گی اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور بروز قیامت وہ قبیح ترین لوگوں میں ہوں گے"۔

[1] قصص:38-42

نیز فرمایا:

وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ[1]

”اور ہم فرعون اور ہامان اور ان کے فوجیوں کو وہی کچھ دکھانے لگے جس سے وہ ڈرتے تھے“۔

نیز فرمایا:

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ[2]

”بے شک فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکر غلط تھے“۔

نیز فرمایا:

وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ[3]

”اور فرعون اوتاد والا“۔

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر طبری (130/30-12) میں فرماتے ہیں ”مفسرین نے فرمان باری تعالیٰ ”ذی الاوتاد“ کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور اس سلسلے میں کہ اس کے یہ ایسا کیوں کہا گیا ہے تو بعض مفسرین نے اس کا معنی کیا ہے کہ ”ایسے لشکروں والا جو اس کے حکم کو مضبوط کرتے تھے“ اور

[1] قصص:6
[2] قصص:8
[3] فجر:10

ان کا کہنا ہے کہ یہاں اوتاد سے مراد لشکر ہیں .... آگے چل کر فرماتے ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا فرعون ذی الاوتاد انہوں نے کہا کہ اوتاد ان لشکروں کو کہتے ہیں جو اس کے لئے اس کا حکم پختہ کرتے"۔

یعنی مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اوتاد سے فرعون کے وہ لشکر مراد ہیں جن کی وجہ سے اس کی بادشاہت قائم تھی"۔[1]

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر قرطبی(33/20-10)میں فرماتے ہیں:

"یعنی جنود اور عساکر اور جموع اور جیوش (یہ سب جماعتیوں اور لشکریوں کے معنی میں ہیں)جو اس کی بادشاہت کو مضبوط کرتے ہیں یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کی ہے"۔

نیز تفسیر ابن کثیر 656/4:، فتح القدیر از شوکانی:435/5، تفسیر الرازی:168/31-16اور سعدی کی تفسیر تیسیر الکریم الرحمن:854 ملاحظہ ہوں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اوتاد سے اس کے لشکر کے خیموں کے ستون مراد ہیں اوران کا خاص طور پر تذکرہ اس لئے کیا گیا کیونکہ یہ اس کی بہت سی مہموں اور مختلف شہروں کے دوروں پر دلالت کرتے ہیں یہ بات ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہی ہے اور اسود بن یعفر کا قول کہ:

(فی ظل ملك ثابت الاوتاد)

"اس بادشاہ کے سائے میں جس کے اوتاد (ستون) سالم ہیں"۔[2]

---

[1] ملاحظہ ہو ابن عطیہ الاندلسی کی تفسیر المحرر الوجیز:15/438

[2] ملاحظہ ہو ابن عطیہ کی المحرر الوجیز:15/438

میں کہتا ہوں: ابن عطیہ نے اسود بن یعفر کے شعر کے ایک مصرعے سے دلیل لی ہے مکمل شعر اس طرح ہے

ولقد غنوا فیھا بانعم عشیة

فی ظلك ملك ثابت الاوتاد

وہ ایسی بادشاہت کے سائے میں جس کے اوتاد (ستون) سالم ہیں بے پرواہ ہو کر بہترین زندگی گزار رہے ہیں۔

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ کفار اور مرتدین کے فوجیوں اور لشکریوں کا حکم بھی وہی ہے جو ان کے بڑوں اور لیڈروں کا ہے کیونکہ ظلم و کفر اور فساد میں سب برابر کے حصے دار ہیں اور اس لئے بھی کہ کافر حاکم کی حکومت قائم رکھنے کا بنیادی سبب یہی ہوا کرتے ہیں یعنی یہ کفر و ظلم اور فساد میں اس کی حمایت اور مدد کرنے والے ہوتے ہیں لہٰذا جب وہ ان کے ساتھ ان کے کفر و ظلم اور فساد میں برابر کے حصے دار ہیں تو عذاب اور سزا میں بھی برابر کے حصے دار ہوں گے اور ان سب کا حکم ایک ہو گا کہ وہ کافر ہیں اور اللہ کے قوانین کو بدلنے والے حکام کے لشکریوں اور ہم جماعتوں پر بھی یہی حکم لگایا جائے گا ۔ وباللہ تعالیٰ نتأیّد

کیا کسی صورت میں کافر حاکم کی جماعت اور اس کی فوجی مہمات میں شامل ہوا جاسکتا ہے

سوال: کافر حاکم کی جماعت اور اس کی فوجی و عسکری مہمات میں کس صورت میں داخل ہوا جاسکتا ہے؟

جواب: صرف ایک حالت ہے جس میں کافر اور مرتد حاکم کی صفوں اور اس کی فوجی مہمات میں حصہ لینا جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان دل سے اس بات کا پختہ عزم کرلے کہ یا تو شریعت مخالف نظام کو بدل ڈالے گا یا نظام باطل کو برباد کردے گا یا ایسے حاکم کو اچانک حملہ کرکے قتل کردے گا یا حکومتی اراکین کو قتل کرڈالے گا یا اسی طرح کے شرعی مقاصد کو حاصل کرے گا پھر اس کے لئے بظاہر اس نظام کا حصہ بننا جائز ہے وہ بھی اس شرط پر کہ ایسا کرنے والا قوی الایمان اور راسخ العقیدہ اور اللہ پر کامل یقین رکھنے والا شخص ہو۔ اور اس مرتد اور باطل نظام کے بیرونی اثرات مثلاً مال ودولت کو قبول نہ کرے اور وہ ایسا صرف اور صرف شرعی مصلحت کی خاطر کرے کیونکہ شریعت اسلامیہ کا مقصد ہی مصالح (بہتریوں) کا حصول اور انہیں ثابت کرنا اور مفاسد (برائیوں) کو ختم کرکے انہیں مٹانا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جس طرح آج بعض اسلامی جماعتیں کرتی ہیں کہ وہ کافر اور باطل نظام کو بدلنے یا اسے برباد کردینے کی نیت سے اس کا حصہ بننا جائز قرار دیتی ہیں مثلاً جماعت اسلامیہ مصر کا یہی طرز عمل کہ خالد اسلامبولی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں چند مجاہدین نے مصر کے طاغوت انور سادات (لعنہ اللہ) کو اچانک حملہ کرکے قتل کردیا۔ تو یہ فعل جائز ہے اگرچہ اس کے لئے بظاہر بعض کفریہ اقوال وافعال اختیار کرنے پڑیں ایک مسلمان انہیں بطور تقیہ (دل میں ایمان بظاہر کچھ اور) اختیار کرسکتا ہے جبکہ اسے اپنے مقصد میں یقینی کامیابی نظر آرہی ہو۔

اس کی دلیل محمد بن مسلمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے انہوں نے (طاغوت) کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنا چاہا اور بظاہر اس سے یہی کہا کہ وہ اس کے ساتھ ہیں جبکہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی اجازت لے چکے تھے کہ اپنی مہم میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اگر انہیں کچھ ظاہر کرنا پڑا تو وہ کرلیں گے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے مشق بھی کررکھی تھی چنانچہ جابر t سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(من لکعب بن الاشرف فقال محمد بن مسلمة اتحب ان اقتله قال نعم قال فاذن لی فاقول قال قد فعلت وعند مسلم :قال:ائذن لی فلاقل! قال: قل!)

''کعب بن اشرف سے کون نمٹے گا تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ چاہیں گے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا:ہاں!انہوں نے کہا تو مجھے اجازت دیجئے میں کچھ بات کہوں گا(اس کی طرف داری کرتے ہوئے اور آپ کے خلاف) آپ نے فرمایا:میں نے اجازت دی۔

مسلم کے الفاظ میں ہے :انہوں نے کہا تو مجھے اجازت دیجئے میں کچھ کہوں۔ آپ نے فرمایا: کہہ لینا۔[1]

نیز جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(من لکعب بن الاشرف فانه قد آذی الله ورسوله قال محمد بن مسلمة اتحب ان اقتله یا رسول الله قال نعم قال فاتاه فقال ان هذا یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد عنانا وسألنا الصدقة قال وایضاً والله لتملنه قال فانا اتبعناه فنکره ان ندعه حتی ننتظر الی ما یصیر امره قال فلم یزل یکلمه حتی استمکن منه فقتله)

''کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے ؟کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ چاہیں گے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا:ہاں ،کہتے ہیں پھر وہ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ شخص

[1] صحیح بخاری مع الفتح کتاب الجهاد باب الفتك باهل الحرب:6/160حدیث نمبر3032نیز صحیح مسلم 3/1801-1425

(ان کی مراد نبی ﷺ تھے) ہمارے درپے ہو گیا ہے اور ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اس نے کہا ابھی تو بہت کچھ ہو گا اللہ کی قسم تم اس سے اکتا جاؤ گے انہوں نے کہا اب ہم ان کی اتباع کر چکے ہیں تو ہم نہیں چاہتے کہ اسے چھوڑ دیں حتی کہ دیکھ نہ لیں کہ اس کا معاملہ کہاں تک جاتا ہے کہتے ہیں وہ اس سے باتوں میں لگے رہے حتی کہ انہوں نے اسے قتل کرنے کا موقع پالیا سو انہوں نے اسے قتل کر دیا"۔[1]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری: 6/159 میں فرماتے ہیں:

"ان کا کہنا کہ عنانا (ہم سے چمٹ گیا ہے) کا مطلب ہے کہ انہوں نے ہمیں بہت سی باتوں کا حکم دیا ہے اور بہت سی باتوں سے منع کیا ہے اور ان کا کہنا کہ سالنا الصدقۃ (وہ ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے) کا مطلب ہے کہ وہ ہم سے صدقے کا مال مانگتے ہیں تاکہ اسے اس کے حقیقی مقام پر خرچ کر سکیں۔

میں کہتا ہوں: یہ تعریض (مبہم، ذو معنی، غیر صریح بات کرنا) کی قبیل سے ہے اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ دوران جنگ واقعی جھوٹ بولنا جائز ہے اور اگر یہ تعریض کی قبیل سے ہو تو افضل ہے نیز اس حدیث میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ کفر وارتداد کے سرداروں کو دھوکے سے اور اچانک حملہ کر کے مارنا جائز ہے۔

اس کے مزید دلائل: مسند احمد، صحیح ابن حبان، سنن النسائی میں حجاج بن علاطہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جسے امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اس میں ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے اجازت مانگی تھی کہ وہ آپ کے متعلق کچھ نازیبا کلمات کہہ دیں اگر ضرورت پیش آئے تاکہ اہل مکہ سے اپنا مال چھڑا لیں چنانچہ نبی ﷺ نے انہیں اس کی اجازت مرحمت فرمادی کہ وہ ایسا کرلیں اور پھر انہوں نے اہل مکہ

[1] صحیح بخاری مع الفتح کتاب الجہاد باب الکذب فی الحرب: 6/158-159 حدیث نمبر 3031

سے یہ کہا کہ اہل خیبر نے مسلمانوں کو شکست دے دی ہے (جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی) اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی کی تھیں جو کہ مشہور ہیں۔[1]

نیز اس موقف (کہ کسی شرعی مصلحت کے حصول کی خاطر مرتد حکام کی صفوں میں چند شروط وضوابط کے ساتھ داخل ہوا جاسکتا ہے) کی ایک اور دلیل فیروز الدیلمی اور ان کے ساتھی مومنین کا قصہ بھی ہے کہ انہوں نے اسود عنسی کذاب کے سامنے ایسا ظاہر کیا کہ وہ اس کے ساتھی ہیں اورانہوں نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آیا تھا جس میں آپ نے انہیں اسود عنسی سے قتال کرنے اور اس کی قوت توڑ دینے کا حکم دیا تھا اور وبر بن یحنس الدیلمی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط فیروز الدیلمی اور ان کے ساتھی مومنوں تک پہنچایا تھا اور یہ قصہ مکمل تفصیل کے ساتھ البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 339/6-3 میں سیف بن عمر التمیمی سے منقول ہے فرماتے ہیں:

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وبر بن یحنس الدیلمی نامی ایک شخص کے ہمراہ اسود عنسی سے متعلق اپنا خط روانہ کیا جس میں آپ نے وہاں موجود مسلمانوں کو اسود عنسی سے قتال کرنے اور اس کی قوت توڑنے کا حکم دیا اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس خط کا حق ادا کر دیا انہوں نے زملہ نامی ایک عورت سے شادی کر رکھی تھی جو سکون قبیلے کی تھی اس قبیلے نے اسود عنسی کے خلاف ان کی بہت مدد کی کیونکہ یہ بھی اسود عنسی کے بہت ظلم برداشت کر چکے تھے لہٰذا اس سلسلے میں وہ ان کی مدد کے لئے تیار ہو گئے اورانہوں نے یہ خط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گورنروں تک اور جہاں جہاں پہنچا سکتے تھے پہنچا دیا پھر یہ سب قیس بن عبد یغوث امیر جند کے کے پاس جمع ہو گئے یہ اسود عنسی پر سخت غصہ تھا کیونکہ اس نے اس کی بے عزتی کی تھی اور اسے قتل کرنا چاہا تھا اور فیروزالدیلمی کا بھی یہی معاملہ تھا یہ بھی اسود کے زیر عتاب رہ چکے تھے اور بعینہ یہی معاملہ دادویہ کے ساتھ بھی تھا بہر حال جب وبر بن یحنس نے قیس بن عبد یغوث جس کا اصل نام قیس بن مکشوح ہے اس کو خبر سے آگاہ کیا تو وہ بے پناہ خوش ہوا گویا یہ

[1] ملاحظہ ہو فتح الباری: 6/159

لوگ آسمان سے مدد لے کر اتر آئے تھے اس نے بھی مسلمانوں کے ساتھ اسود عنسی کے قتل کرنے پر اتفاق کر لیا اور انہوں نے آپس میں معاہدہ کر لیا کہ اسود کو ختم کر کے دم لیں گے جب یہ خفیہ پروگرام طے پا گیا تو اسود کے شیطان نے اسے اس بارے میں کچھ خبر دے دی چنانچہ اسود نے قیس بن مکشوح کو بلوایا اور اس سے کہا کہ: او قیس یہ کیا کہتا ہے اس نے کہا کیا کہتا ہے اسود نے کہا یہ (یعنی اس کا شیطان) کہتا ہے کہ تو نے قیس کو عزت دی پھر جب وہ تیرا انتہائی قریبی بن گیا تو تیرے دشمن کے ساتھ مل گیا اور تیری بادشاہت چھیننے کی کوشش کی کوشش کرنے لگا اور اندر ہی اندر غدار بن گیا اور وہ کہتا ہے اے اسود اے اسود برائی ہے برائی ہے (اس کے برے ارادوں سے خود کو بچالے) اور اس کے اوپر کا حصہ لے لے (یعنی گردن اڑادے) وگرنہ وہ تجھ سے تیری بادشاہت چھین کر تجھے قتل کر دے گا یہ سن کر قیس نے جھوٹی قسم اٹھا کر کہا کہ: خمار والے کی قسم (خمار سے مراد نشہ ہے ذی الخمار یعنی نشہ کرنے والا چونکہ اسود بہت نشہ کرتا تھا اس لئے ایسا کہا) آپ کا مقام میرے دل میں انتہائی عظیم ہے اور میں اپنے دل میں آپ کے خلاف کوئی سازش کروں یہ سب میرے لئے بہت ہی گراں ہے یہ سن کر اسود نے اس سے کہا میرے خیال میں تو بادشاہ سے جھوٹ نہیں کہہ رہا بادشاہ نے تجھے سچا مان لیا اور سمجھ گیا کہ مجھے تیرے متعلق جو اطلاع ملی تھی تو اس سے پھر چکا ہے پھر قیس وہاں سے اپنے ساتھیوں فیروز اور دادویہ کے پاس آیا اور جو کچھ اسود نے اس سے اور اس نے اسود سے کہا وہ ساری خبر دی اور پھر اس کی تردید کر دی یہ سن کر سب کہنے لگے کہ ہم سب کو خطرہ ہے ہمیں کیا کرنا چاہیے ابھی وہ مشورہ کر ہی رہے تھے کہ اسود کا قاصد ان کے پاس اسود کا پیغام لے آیا اور انہیں اسود کے پاس لے گیا جب یہ وہاں پہنچے تو وہ ان سے کہنے لگا کیا میں نے تمہیں تمہاری قوموں پر عزت نہ دی انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں اس نے کہا پھر مجھے تمہارے متعلق کسی طرح کی اطلاعات پہنچ رہی ہیں انہوں نے جواب دیا کہ آپ ہمیں اس دفعہ جانے دیجئے اس نے کہا آئندہ ایسا نہ ہو گا کہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس سے نکل آئے اور ہمیں اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا اور وہ ہمارے متعلق شک

میں تھا اور ہم خطرے میں تھے ابھی صورتحال ایسی ہی تھی کہ ہمارے پاس امیر ہمدان عامر بن شہر اور ذی ظلیم اور ذی کلاع وغیرہ امراء یمن کے خطوط آئے وہ اسود عنسی کے خلاف ہماری اطاعت اور مدد کرنے کی بات کررہے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی خطوط لکھے تھے کہ اسود کی طاقت کو توڑ دیا جائے چنانچہ ہم نے انہیں لکھ بھیجا کہ جب تک ہم یقینی حکمت عملی تیار نہ کرلیں تم معاملے کو پوشیدہ رکھنا۔ قیس کہتے ہیں میں اس کی بیوی سے ملا اور کہا کہ میری چچازاد تو جانتی ہے کہ یہ شخص تیری قوم کے لئے کتنی بڑی مصیبت ہے اس نے تیرا شوہر قتل کردیا اور تیری قوم کے بہت سے لوگ مار دیے اور عورتوں کو رسوا کیا لہذا کیا تو اس کے خلاف کچھ مدد کرسکتی ہے؟ اس نے کہا کس سلسلے میں؟ میں نے کہا اسے نکالنے کے سلسلے میں اس نے کہا اس کے قتل پر کیوں نہیں؟ وہ نہ تو اللہ کا حق ادا کرتا ہے نہ ہی اس کی حرمتوں کا خیال کرتا ہے۔ سو جب تم پختہ ارادہ کرلو تو مجھے آگاہ کردینا میں اس سلسلے میں ضرور کچھ کروں گی۔ کہتے ہیں کہ میں نکلا تو فیروز اور دادویہ دونوں میرے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ اس کے خلاف عملی طور پر کچھ کر گزریں اور ابھی قیس ان کے ساتھ صحیح سے بیٹھ بھی نہیں سکا تھا کہ اسود نے اسے طلب کرلیا اور اپنی قوم کے دس افراد کے ساتھ آیا اور کہنے لگا کہ میں نے تجھ سے سچ کہا تھا لیکن تو نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا وہ (اس کا شیطان) اب بھی کہہ رہا ہے کہ برائی ہے برائی اگر تو نے قیس کو نہ روکا تو وہ تیری گردن اڑا دے گا قیس سمجھے کہ اب وہ اسے ضرور قتل کردے گا لہذا کہنے لگے یہ سچ نہیں ہے آپ اور آپ کے اہل خانہ اللہ کے رسول ہیں تو میرا قتل میری ہر روز کی موت سے اچھا ہوگا یہ سن کر وہ پسیج گیا اور جانے کی اجازت دے دی لہذا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور کہنے لگے جو تم کرنا چاہتے کر گزرو ابھی وہ دروازے کے پاس کھڑے ہوکر مشورہ کررہے تھے کہ اسود ان کے پاس باہر آیا اور اس کے لئے سو اونٹ اور گائے جمع کی جاچکی تھیں اس نے ایک لائن کھینچی اس کے ایک طرف وہ اونٹ گائیں کھڑی تھیں اور اس کے دوسری طرف خود اور پکڑے یا باندھے بغیر ہی انہیں ذبح کرنے لگا اور جو جانور بھی اس

لائن کے اندر گھس کر ایک چکر لگاتا اس کی روح فنا ہو جاتی قیس کہتے ہیں اس قدر خوفناک معاملہ اور اس سے زیادہ خوفناک دن میں نے کبھی نہیں دیکھا پھر اسود کہنے لگا اے فیروز تیرے متعلق مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے کیا وہ سچ ہے میں تجھے قتل کر کے ان جانوروں میں شامل کرنا چاہتا ہوں اور پھر اسے چھرا دکھانے لگا۔ فیروز نے کہا آپ نے ہمیں اپنا سسرالی بنایا اور ہمیں بیٹوں سے زیادہ مقام دیا اور اگر آپ نبی نہ ہوتے تو ہمیں آپ سے یہ اعزاز ہرگز نہ ملتا اور ہم آپ کے خلاف کوئی سازش کس طرح کر سکتے ہیں جب کہ آپ نے ہمیں دنیا اور آخرت دونوں ہی عطا کر دی ہیں پس چنانچہ ہمارے متعلق آپ کو جو اطلاع ملتی ہیں ان پر یقین مت کیجئے باقی آپ جو چاہیں میں اس پر خوش ہوں یہ سن کر اسود ان سے مطمئن ہو گیا اور انہیں حکم دیا کہ ان جانوروں کا گوشت تقسیم کر دے چنانچہ فیروز نے ان کا گوشت اہل صنعاء میں تقسیم کر دیا اور اس کے فوراً بعد اسود کے پاس آیا تو دیکھا کہ ایک شخص اسود کو فیروز کے خلاف بھڑکا رہا ہے فیروز نے چھپ کر سنا تو اسود کہہ رہا تھا کہ میں کل اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دوں گا لہٰذا تو صبح میرے جانے کا بندوبست کر پھر جب وہ واپس ہوا تو فیروز سامنے تھا فیروز نے کہا کہ رک جائیے پھر فیروز نے اس گوشت کی تقسیم سے متعلق اسے تفصیل بیان کی یہ سن کر اسود اپنے گھر چلا گیا اور فیروز اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا اور وہاں ہونے والی ساری گفتگو سے انہیں آگاہ کیا انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اب انہیں اسود کی بیوی کو شامل کر لینا چاہیے چنانچہ فیروز اس کے پاس گئے اور صورتحال سے آگاہ کیا تو وہ کہنے لگی کہ جتنے بھی گھر ہیں ہر گھر پہرے داروں سے گھرا ہوا ہے سوائے اس گھر کے اور اس کا پچھلا حصہ فلاں فلاں راستے پر ہے لہٰذا جب شام ہو تو تم اس میں بے خوف و خطر کود پڑنا پھر اس کے قتل کے سوا اور کوئی کام نہ رہے گا اور گھر میں چراغ اور اسلحہ میں رکھ دوں گی پھر جب وہ گھر سے باہر آیا تو اسود سامنے کھڑا تھا کہنے لگا کہ تو میرے گھر کس کام سے آیا ہے اور ساتھ ہی سر سے اشارہ بھی کر دیا اور اسود شدید غصہ میں تھا کہ اچانک عورت کے چیخنے کی آواز آئی جس نے اسے خوفزدہ کر دیا اور اگر وہ نہ چیختی تو یہ انہیں قتل کر چکا ہوتا وہ

کہنے لگی کہ میرا چچازاد مجھ سے ملنے آیا تھا اسود نے کہا خاموش رہ تیرا باپ نہ رہے میں اسے تجھے ہبہ کر چکا ہوں فیروز فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور کہا کہ جان بچ گئی اور پھر سارا قصہ کہہ سنایا اب وہ غور وفکر کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے پھر اس کی بیوی نے انہیں پیغام بھیجا کہ جس کام کا تم ارادہ کر چکے ہو اس سے پیچھے نہ ہٹنا چنانچہ فیروز نے اس سے ملاقات کر کے معلومات اکھٹی کیں اور اس گھر میں داخل ہو کر اندر سے ہی کچھ خفیہ راستے بنالئے تاکہ باہر سے اندر داخل ہونا آسان ہو جائے اور پھر اس کی بیوی کے پاس ایک ملاقاتی کی حیثیت سے بیٹھ گئے اسود آیا تو کہنے لگا یہ کون ہے اس نے جواب دیا کہ میرا دودھ شریک بھائی اور چچازاد ہے اس نے اسے ڈانٹ کر باہر نکال دیا پھر رات میں وہ اس کے گھر میں چھپ کر داخل ہوئے اور وہاں انہیں چراغ ایک ٹب کے نیچے مل گیا فیروز اسے لے کر آگے بڑھے تو اسود ریشمی بستر پر نشے کی حالت میں سو رہا تھا اور خراٹے بھر رہا تھا اور عورت اس کے پاس تھی پھر جب فیروز دروازے پر آئے تو اسود کو اس کے شیطان نے بیٹھا کر دیا اور اس کی زبان سے بولنے لگا جبکہ اسود اب بھی خراٹے لے رہا تھا کہنے لگا فیروز تجھے مجھ سے کیا کام لینا ہے؟ اب وہ ڈرا کہ اگر واپس پلٹا تو خود بھی مریں گے اور عورت کو بھی مروائیں گے لہٰذا اسے پکڑا اور وہ کسی اونٹ کی طرح سخت جان تھا اور پھر اسے سر سے پکڑ کر اس کا گلہ دبا دیا اور اپنے دونوں گھٹنے اس کی پشت پر رکھ دیئے حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا پھر اپنے ساتھیوں کو واقعہ سے آگاہ کرنے کے لئے ان کے پاس جانے لگے تو عورت نے ان کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ اپنا وعدہ پورا کئے بغیر کہاں جاتا ہے وہ سمجھی تھی کہ وہ ابھی تک زندہ ہے فیروز نے کہا کہ اپنے ساتھیوں کے پاس اس کے قتل کی اطلاع کرنے جا رہا ہوں اسی دوران ان کے پلان کے مطابق ساتھی اسے قتل کرنے کے لئے داخل ہو گئے پھر اسود کے شیطان نے اسے حرکت دی اور وہ تڑپنے لگا اب انہوں نے دیر نہیں لگائی دو اس کی پشت پر کھڑے ہو گئے اور عورت نے اس کے بال پکڑ لیے جس سے وہ بڑبڑانے لگا پھر تیسرے نے پکڑ کر اس کی گردن کاٹ ڈالی اس کے ساتھ ہی اس کے گلے سے اس قدر تیز آواز نکلی جس قدر

کسی طاقتور گائے کے گلے سے نکلتی ہے آواز سن کر اس کے محافظ محل میں فوراً داخل ہو گئے اور کہنے لگے یہ کیسی آواز تھی؟ عورت نے کہا نبی پر وحی نازل کی جار ہی ہے وہ سب پلٹ گئے اور قیس اور دادویہ اور فیروز یہ سب بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے کہ اپنے اپنے قبیلے کو کس طرح اطلاع دیں پھر وہ اتفاق کر کے اٹھ گئے کہ صبح ان کے اور مسلمانوں کے درمیان جو مخصوص شعار (کوڈز)ہیں ان کے ذریعے اعلان کریں گے چنانچہ صبح قیس قلعے کی فصیل پر چڑھ کر مخصوص شعار ادا کرنے لگے اسے سن کر مسلمان اور کافر سب ہی قلعے کے گرد جمع ہو گئے پھر قیس نے یاوبر بن یحنس نے اعلان کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور عبھلۃ کذاب ہے اور پھر لوگوں کی طرف اس کا سر پھینک دیا یہ منظر دیکھ کر اسے سارے ساتھی فرار ہونے لگے اور لوگ ان کے پیچھے بھاگ کر انہیں پکڑ پکڑ کر قتل کرنے اور قیدی بنانے لگے اور اس طرح اسلام اور مسلمان غالب ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے عامل پلٹ آئے اور یہ تینوں امارت کے متعلق لڑنے لگے پھر معاذ بن جبل پر متفق ہو گئے کہ وہ نماز پڑھائیں گے نماز کے بعد انہوں نے سارا واقعہ رسول اللہ ﷺ کو لکھ بھیجا جبکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رات ہی کو آپ کو مطلع کر دیا تھا جیسا کہ سیف بن عمر التمیمی ابو القاسم الشنوی سے روایت کرتے ہیں اور علاء بن زید سے اور وہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اسی رات آسمان سے خبر آگئی جس رات اسود عنسی کو قتل کیا گیا تاکہ آپ اس کی بشارت دے دیں لہٰذا آپ نے فرمایا کہ:

(قتل العنسى البارحة قتله رجل مبارك من اهل بيت مباركين قيل: ومن؟ قال: فيروز فيروز)

"گزشتہ رات عنسی کو قتل کر دیا گیا اور اسے ایک مبارک شخص جو مبارک گھر والوں میں سے ہے نے قتل کیا کہا گیا وہ کون ہے؟ فرمایا: فیروز فیروز........

خلاصہ: محمد بن مسلمہ اور فیروز دیلمی رضی اللہ عنہما کے جو واقعات ہم نے نقل کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو دھوکہ دینے کے لئے بظاہر ان کا ساتھی بنا جاسکتا ہے حتی کہ ایک مسلمان ایسی گفتگو بھی کرسکتا ہے جو کافر کو مطمئن کرسکے تاکہ اصل مقصد اور شرعی مصلحت حاصل ہوسکے جس کے لئے مشق کی ہو اور وہ مقصد خواہ کفر کے اماموں کو قتل کرنا ہو یا باطل کفریہ نظام کو بدلنا ہو جیسا کہ فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ نے کیا۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کفریہ نظاموں کے خلاف مسلح کاروائیاں بھی کی جاسکتی ہیں بعض اہل علم اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فیروز دیلمی کا مذکورہ واقعہ ان کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کو دھوکہ دینے کے لئے ان کے خلاف صریح چالیں چلنا اور دشمن کے ساتھ جنگ میں سازشیں تیار کرنے کی ترغیب دینا بھی جائز ہے جبکہ اس میں کوئی شرعی مصلحت ہو جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الحرب خدعة) "جنگ دھوکہ ہے"۔

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں:

(سمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحرب خدعة)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا نام دھوکہ رکھا ہے"۔[1]

[1] صحیح بخاری کتاب الجهاد باب الحرب خدعة احادیث نمبر 2865-2866، 3-1102 البغاء، صحیح مسلم 1362-3/1740

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں: خدع (دھوکہ) اصل میں کہتے ہیں کہ حقیقت کچھ ہو اور ظاہر کچھ اور کیا جائے اس حدیث میں ترغیب ہے کہ جنگ میں احتیاط اور بچاؤ اختیار کیا جاسکتا ہے اور جنگ میں کفار کو کسی بھی طرح کا دھوکہ دنیا جائز ہے الا یہ کہ دھوکہ ایسا ہو کہ اس سے عہد شکنی ہو یا امان ختم ہو جائے تو پھر یہ جائز نہیں ہے ابن عربی نے کہا کہ: جنگ میں دھوکہ تعریض (ذو معنی، مبہم ، مجمل کلام) اور پوشیدہ گفتگو یا اسی طرح کی گفتگو کے ذریعے دیا جاتا ہے..

نتیجہ یہ نکلا کہ دشمن کو بھٹکانا، بہکانا اور گمراہ کرنا جائز ہے خواہ اس کے لئے دھوکہ دینا پڑے یا جھوٹ بولنا پڑے یا توریہ کرنا پڑے اور شارع نے اس دھوکے، جھوٹ، بھٹکانے اور توریہ کرنے (دل میں ایمان چھپا کر زبان سے مقابل کے مطابق کلام کرنا) کو مستحب قرار دیا ہے خاص طور پر جب کہ کفار کے ساتھ کیا جائے اور ایسا کرنے سے ان کو بھٹکایا جاسکے یا ان پر قابو پایا جاسکے یا انہیں شکست دی جاسکتی ہو کیونکہ یہ سب شرعی مقاصد میں سے ہیں جن کی شارع نے ترغیب دی ہے تاکہ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب کیا جاسکے اگرچہ باطل کبھی ٹکتا یا لڑتا نہیں ہے بلکہ بھاگ ہی جاتا ہے۔

خاتمہ: آخر میں ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان ظالم حکام کے لئے کسی بھی طرح کی خدمات سر انجام نہ دے کیونکہ ہر مسلمان پر حرام ہے کہ وہ اس نظام اور حکام کے تحت پولیس یا فوج یا سیکورٹی یا تفتیشی یا قانون بنانے قانون پاس کرنے قانون کے مطابق فیصلہ کرنے ، قانون کی حفاظت کرنے، قانون کو نافذ کرنے قانون پر عمل کرنے والے کسی بھی شعبہ میں بھرتی ہو حتی کہ مذکورہ حکام اللہ کے نازل کردہ نظام کے مطابق حکومت کرنے لگیں (کیونکہ یہود و نصاریٰ سے دوستیاں کرنا، مسلمانوں اور مخلص مجاہدین کے خلاف ان کی ہر طرح مدد کرنا اور ایسے دیگر کام ان کے کفر وارتداد پر پھر بھی دلالت کرتے ہیں الا یہ کہ وہ مکمل طور پر تائب ہو جائیں اور تائب ہونے کے بعد اصلاح بھی کرلیں۔ مترجم) توجب وہ اللہ کے نازل کردہ نظام سے باغی بن جائیں اور اپنے بنائے ہوئے کفریہ قوانین (واضح رہے کہ ہر وہ قانون کفریہ قانون کہلائے گا جو اللہ کے نظام کے مقابلے میں ہو اگرچہ اس قانون میں لوگوں کو حقوق بھی مل رہے ہوں کیونکہ وہ اللہ کے قانون کے مقابلے میں

ہو گا۔ مترجم) پر چلنے لگیں تو اس وقت یہ حرمت اور بھی بڑھ جاتی ہے لہٰذا ہر مسلمان پر اس نظام اور ایسے حکام کی کسی بھی طرح حمایت یا مدد یا خدمت کرنا قطعاً حرام ہے چنانچہ وہ مذکورہ شعبہ جات میں سے کسی بھی شعبہ میں ہر گز ہر گز بھرتی نہ ہو۔

ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یہ دونوں اصحاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(لیاتین علیکم امراء یقربون شرارالناس ویوخرون الصلاۃ عن مواقیتها فمن ادرك ذلك منكم فلايكونن عريفا ولا شرطيا ولا جابيا ولا خازنا)

”تم پر ایسے حکام ضرور آئیں گے جو بدترین لوگوں کو قریب کریں گے اور نماز کو ان کے اوقات سے لیٹ ادا کریں گے تو تم میں سے جو ایسا دیکھے وہ ہر گز سراغ رساں یا فوجی افسر یا سپاہی یا عامل (ٹیکس آفیسر) یا منشی نہ بنے“۔[1]

میں کہتا ہوں: عریف نقیب (صدر، بڑا آفیسر) کو کہتے ہیں جو کہ سب سے بڑے آفیسر سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی جماع عرفاء بھی آتی ہے آج کل کی اصطلاح میں ضباط (تھانیدار، سپاہی) کو کہا جاتا ہے۔

نیز عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[1] صحیح ابن حبان مع موارد الظمآن:2/676 حدیث نمبر 1538 اس حدیث کے تمام راوی صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں سوائے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود کے اور وہ بھی ثقہ ہیں جیسا کہ تقریب التہذیب میں ہے نیز اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ الموصلی نے بھی روایت کیا ہے امام ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں: اس حدیث کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عبد الرحمن بن مسعود کے اور وہ بھی ثقہ ہے نیز علامہ البانی نے اسے الصحیحۃ:1/89 حدیث نمبر 360 میں صحیح قرار دیا ہے۔

(انه سيلى احدكم من بعدى رجال يطفئون السنة ويحدثون بدعة ويوخرون الصلاة عن مواقيتها قال ابن مسعود يا رسول الله كيف بي اذا ادركتم قال ليس يا ابن ام عبد طاعة لمن عصى الله قالها ثلاث مرات)

''میرے بعد عنقریب تمہارے معاملے کے ایسے لوگ ذمہ دار (حاکم) بنیں گے جو سنتیں مٹائیں گے اور بدعات ایجاد کریں گے اور نماز ان کے اوقات سے لیٹ کرکے پڑھیں گے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ اگر میں انہیں پالوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے فرمایا: اے ابن ام عبد جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت جائز نہیں ہے یہ بات آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔[1]

میں کہتا ہوں: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم حکام کی اللہ کی نافرمانی میں اطاعت کرنے سے منع فرمادیا کیونکہ وہ سنت کو مٹاتے ہیں اور بدعات کو ایجاد کرتے ہیں اور بدترین لوگوں کو اپنا قریبی بناتے ہیں اور آپ نے مسلمانوں پر ان کا آفیسر بننا یا سپاہی بننا یا منشی یا عامل صدقہ (ٹیکس آفیسر) بننا حرام قرار دے دیا ہے اگرچہ وہ اللہ کے فیصلے کے مطابق حکومت کریں تو اللہ کے قانون کے بدلے وضعی قوانین کے ذریعے حکومت کرنے والے اور یہود ونصاریٰ کو دوست بنا کر اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے جنگ کرنے والے حکام کی مدد کرنا یا حمایت کرنا یا خدمت کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

چنانچہ ہر مسلمان کو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے اس سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے اور کافروں، اور منافقین کی فرمانبرداری نہیں کرنی چاہیے اور ہر مسلمان پر ان حالات میں یہ فریضہ بھی

[1] اس حدیث کو عبداللہ بن امام احمد بن حنبل نے والد سے مسند احمد میں بطریق وجادۃ روایت کیا ملاحظہ ہو مسند احمد 59-2/58 حدیث نمبر 3790 نیز ابن ماجہ کتاب الجہاد باب لاطاعۃ فی معصیۃ اللہ 956/2 حدیث نمبر 2865 میں اور طبرانی نے معجم کبیر 3/2 حدیث نمبر 74 میں روایت کیا ہے اس کی سند صحیح ہے مسلم کی شرط پر ہے نیز علامہ البانی نے اسے الصحیحۃ 2/139 میں صحیح قرار دیا ہے۔

عائد ہوتا ہے کہ وہ عصر حاضر میں اپنی ذمہ داریوں سے متعلق ان علماء سے سوال کرے جو اللہ سے ڈرنے والے ہوں اور اپنے علم پر عمل کرنے والے ہوں اور حق کا پرچار کرنے والے ہوں اور کسی کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں اوران علماء سوء سے مکمل اجتناب کرے جو ایسی حکومتوں کی سرپرستی میں رہ رہے ہوں اور ان کی تعریفوں میں رطب اللسان رہتے ہوں اور دنیا کے چند ٹکوں کے عوض ان کے غلام بن جاتے ہوں اور خود تو علم کے باوجود گمراہ ہوتے ہی ہیں لیکن عوام الناس کی جہالت سے فائدہ اٹھاکر اور ان سے حقائق چھپا کر انہیں بھی گمراہ کرکے ان کی عاقبت خراب کرتے ہوں(العیاذ باللہ)(اور سچ تو یہ ہے کہ عصر حاضر میں علماء حق اور علماء سوء اپنے اپنے دوستوں اور دشمنوں سے پہچانے جاتے ہیں)تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کے علمی اور ایمان کے مسائل کی تلقین کرتے رہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ "اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہو"۔

نیز نبی ﷺ نے فرمایا(الدین النصیحۃ)"دین خیر خواہی کا نام ہے"(مسلم عن تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ)

نیز اس علم کو پھیلانا اور اسے چھپانے سے بچنا بھی فرض ہے اور ضرورت کے وقت علم چھپانا گناہ ہے لہٰذا حجت قائم کرنے اور باطل کی تردید کرنے کے لئے علم سیکھنا اور پہنچانا فرض ہے تاکہ کوئی باطل پرست اپنے باطل کو غالب نہ کرسکے اور نہ ہی کوئی خواہش پرست اپنی جہالت کا عذر پیش کرسکے خاص طور پر عصر حاضر میں درپیش مسائل میں کیونکہ یہ توحید کے بنیادی مسائل ہیں۔

لِّیَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۡۢ بَیِّنَةٍ وَّ یَحۡیٰی مَنۡ حَیَّ عَنۡۢ بَیِّنَةٍ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ[1]

---

[1] انفال:42

''تاکہ تباہ ہونے والا دلیل کی بنیاد پر تباہ ہو اور کامیاب ہونے والا دلیل کی بنیاد پر کامیاب ہو''۔

آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ:

وہ ہمارے دین میں ہماری حفاظت فرماتا رہے اور ہمیں ایمان پر موت عطاء کرے اور ہمیں ظاہر وپوشیدہ تمام فتنوں سے بچا کر رکھے۔ اللھم آمین

وصلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ وصحبہ وسلم۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

اس کتاب کی تحریر سے بوقت فجر بروز ہفتہ مورخہ 28 ذوالحجہ 1423ھ بمطابق 2003-3-1م فارغ ہوا۔

عبدالرحمن بن عبدالحمید الامین



مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان